



## آپ کی تعلیم کا ایک طریقہ یہی ہے کہ جس چیز سے روکنا ہو نا بطور تاکید اس کو ہاتھ میں اٹھا کر دکھائے

ترجمہ: شمس الحق ندوی  
سفر و حضر ہر حال میں جہاد کرنا اور جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جہاد کے ذریعہ اللہ کو غم کے گھمیلوں سے بچا جائے، شرعی حدود کو اپنے پرانے سب پر جاری کرنا، اللہ کے معاملہ میں کسی مصلحت کرنے والے کی مصلحت کبھی پر دواہ مت کرو۔

آپ کبھی کبھی صحابہ کرام کے سوال کے بغیر خود سے کسی بات کو سمجھنا شروع فرماتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات صحابہ کرام کے پوچھے بغیر خود سے کوئی بات سمجھنا شروع فرماتے تھے، خاص طور سے کسی اہم بات کے بارے میں، جو عام طور پر ہر ایک کے ذہن میں نہیں آتی، ادھر ذہن نہیں جاتا کہ آپ سے پوچھے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہر والی بات اس کے دل میں پیدا ہونے سے پہلے ہی سے بتا دیتے تھے کہ اس کا نہیں خیال کئے اور وہ دل میں سما جائے اور پھر اپنا اثر ڈالے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی کے پاس آئے گا اور کہتا ہے: فلاں فلاں چیزیں کس نے پیدا کیں؟ اسی طرح کی بہت سی باتیں کرے گا، اگر میں کہتا ہے

شیخ عبدالفتاح ابو خدرہ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے روکنا ہوتا اس کو اپنے دست مبارک میں لیتے اور حاضرین کو دکھا کر ان کو اس سے روکنے یعنی زبان سے بھی منع فرماتے اور آنکھوں سے اس کو دکھائی دیتے اس انداز سے بات پوری طرح دل میں آجاتی اور آخر انداز ہوتی اور اس کی حرمت کھل کر سامنے آجاتی۔

ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں ریشم لیا اور دائیں میں سونایا، اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر لوگوں کو دکھا کر فرمایا: یہ دونوں چیزیں ہماری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی صورتوں کے لئے جائز ہیں۔

امام احمد نے اپنی مستدرک میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہالی غنیمت کے اونٹ کے سپو سے اون لیتے اور فرماتے کہ اس ہالی غنیمت میں ہمارا آٹھا ہی تھا ہے جتنا تم میں سے کسی کو ہے، دیکھو ہالی غنیمت میں خیر خیر سے بہت دور ہو، مال غنیمت میں خیرات قیامت کے دن اس خیرات کرنے والے کے لئے ذات و روحانی کا سبب ہوگا۔ مال غنیمت میں سوئی دھاگہ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی چیز ہو تو اس کو حاضر کرنا اللہ کی راہ میں دور نزدیک

کر اچھا تو پھر تمہارے خدا کو کس نے پیدا کیا؟ تو میں کے دل میں شیطان یہ سوال پیدا کرے وہ فوراً اُعوذ باللہ کہے اور اس بارے میں سوچنا بند کر دے اور اللہ کی پناہ میں آجائے۔

در اصل شیطان بندہ مومن کے دل میں اس طرح کا خیال اور دوسرا ڈال کر اس کے ذریعہ اس کے دین اور عقل دونوں کو برباد کر دینا چاہتا ہے لہذا جب دل میں ایسا خیال آئے تو اس کی طرف سے ذہن پھیر کر دوسری باتوں میں مشغول ہو جائے۔ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ جب شیطان مومن کے دل میں یہ دوسرا ڈالے گا اور وہ اُعوذ باللہ کہے گا، اور اس بارے میں زیادہ سوچنے سے رک جائے گا تو شیطان چلا جائے گا، شیطان کے دوسرے کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے، اب اگر اس دوسرے کو ایک دلیل سے ختم کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ دوسرا شہر اور دوسرے دل میں ڈالے گا، حتیٰ کہ وہ آدمی کو لاجواب کر کے حیرت میں ڈال دے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی مکاری سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

اس سلسلہ میں دارقطنی وغیرہ نے مستدرک کے ساتھ حضرت ابو نعیم حنفی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی ہے (جو بہت عام فہم ہے اس کا نقل کر دینا ہی عوام کے لئے کافی ہے) انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمادی ہیں ان کو ہرگز نہ چھوڑو، کچھ حدود و احکامات متعین فرمائے ہیں ان سے ذرا بھی تجاوز نہ کرو، کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں ان کے نزدیک مت جاؤ، اور کچھ چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم پر رحمت کے سبب سکوت اختیار فرمایا ہے یہ نہیں کہ ان کو بتانا بھول گیا ہے لہذا ان چیزوں کی بحث میں نہ پڑو۔

باقی صفحہ پر

## تعمیر حیات

پندرہ روزہ

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶

شمارہ نمبر ۲۳

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء

مطابق ۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبداللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی  
۸۱۹۲  
۱۳۸۱۲۶

مولانا ندو العفیظ ندوی  
مولانا محمد رفیع لد ندوی  
مولانا عبداللہ حسنی ندوی  
ڈاکٹر بارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳ روپے بذریعہ سنی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

زیر نگرانی

سالانہ ————— ۱۳۰ روپے  
فی شمارہ ————— ۶ روپے  
بیرونی نمائندگان فضائی ڈاک  
ایشیائی یورپی، افریقی و امریکی نمائندگان  
بیرونی نمائندگان بحری ڈاک ۳۰ ڈالر  
بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

تعمیر حیات کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳  
ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۲۲۶۰۰۰ یو پی  
ڈرافٹ سکرپٹس بلیس سوانت و نشریات لکھنؤ کے نام سے  
بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں  
پیشکش: پبلشر شاہد حسین نے ایک آفس میں لکھنؤ کے دفتر تعمیر حیات  
میں تمام نشریات ندوۃ العلماء کے لئے جاری ہیں۔

گلدستہ

خط و کتابت اور فنکارانہ ڈرگرتے وقت کو پین  
(بیگام سلپ، برخطیاری نمبر کے ساتھ ملکر، نام  
دیتے ہوئے گیس فراہماری نمبر و پتہ کی سلیپ پر  
کھاتا ہے اگر آپ جدید فراہماری میں تو اس  
کی علامت ضرور کریں اس سے دستی  
کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔

# اس شہارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابو غده
۲	میر احصہ دور کا جلوہ	ع۔ ع۔ ن
۳	دینداری کے ساتھ دینی شعور...	حضرت مولانا عبدالواہد الحسن علی ندوی
۴	عالم اسلام ذہنی غلامی کے نافرمان	مولانا سید محمد رفیع الحسنی ندوی
۵	مولانا رضوان ندوی کچھ بائیکاچہ باتیں	شخص الحق ندوی
۶	شب سحران کے درختا کے مناظر	ماخوذ
۷	فرست خندہ ہی تھی اتنی....	مولانا غلام الدین ندوی
۸	اسلام قبول کرنے پر....	صالح سلیمان
۹	سوال و جواب	محمد طارق ندوی
۱۰	نہاری نیکیاں باقی....	رپورٹ
۱۱	خلیفۃ المسلمین کے بچوں کی حیدر	فاضل عطارد اللہ ندوی
۱۲	مطالعہ کی منبر پر	محمد شاہ ندوی بارہ بنگوی
۱۳	قابل تحسین اقدام	محمد قمر عالم
۱۴	حالی خبریں	مہدی اشرف ندوی
۱۵	اصلاح و تربیت	مولانا محمد الحسنی

## شرائط ایجنسی

- ۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
- ۲۔ فی کاپی = Rs. 15/ کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
- ۳۔ کمیشن جو ابلی خط سے معلوم کریں۔

## نرخ اشتہار

- ۱۔ تعمیر حیات کاپی کا لم فی سٹیٹری سٹر اندر = فی خط = Rs. 30/
- ۲۔ تعمیر حیات کاپی کا لم فی سٹیٹری سٹر پشت پر = فی خط = Rs. 40/
- ۳۔ کمیشن آف اشاعت کے مطابق ہو گا جو آرڈر دینے پر متعین ہو گا۔
- ۴۔ اشتہار کی تصدیق رقم پیشگی تین کرنا ضروری ہے۔

## بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S. St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLU NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)	سواٹھریہ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. DARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H. No: - 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI 31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDOQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

## اداسیہ

ع۔ ع۔ ن

# میر احصہ دور کا جلوہ

۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو دلی میں نئی حکومت کے ارکان نے حلف لیا۔ یہ ان پنجویں کھے پیشین گوئیوں کے مطابق وزیر اعظم کے لئے مبارک دن تھا۔ حکومت اگرچہ متعدد سیاسی پارٹیوں نے مل کر بنائی ہے، مگر ایک مضبوط حکومت بنی ہے، کیونکہ سب پارٹیاں حکومت سازی میں شریک ہیں، شکر کنی وزارت میں شاید ایک عہدہ ایسے صاحب کو بھی ملا ہے جن کا نام مسلمانوں جیسے ہے۔ کچھلی حکومت میں بھی ایک ایسا نام تھا جس کو مسلمان نفرت سے دیکھتے تھے۔ مگر ان کی بخت رسا اس مرتبہ نارسانا ثابت ہوئی۔

اکبر الہ آبادی کی نظم "دلی کا دربار" کے بہت سے بند اس زمانہ کے حالات پر بھی صادق آتے ہیں، "کسی کا حصہ چکھا چکھا۔ کسی کا حصہ تھوڑا حلوہ۔ کسی کا حصہ بھیڑ اور بھوا۔ میر احصہ دور کا جلوہ۔ چکھا چکھا۔ یا لغز تر تو اونچی کر سیوں والے ذرا، کا مقدور ثابت ہوا۔ اور تھوڑا حلوہ پانے والے بھی گھائے میں نہیں رہے، بنگلہ، بھرتا، ہٹو، بڑھو کرنے والے درد کی پوشش حفاظتی دسنے یا کسی صوبہ کی گورنری، ایوان حکومت کی قد آدم تصویر، لاٹ صاحب اور ان کے ٹھٹھاٹ باٹ۔"

رہے مسلمان تو ان کے لئے "دور کا جلوہ"۔ یہی ان کا مقدر ہے اور یہی ان کی ڈیڑھ اینٹ کی "آل ٹھٹھا" پارٹیوں کا حشر۔

یہ تاریخ ۱۳ اکتوبر کی اٹل جی کے لئے "سود" (یا شہد) تھی اور "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں شہرہ کاہری کا دن بھی۔ نفس ہی نہیں نفس اکبر سے

دیکھ مسجد میں شکست رشتہ نسب شیخ  
جنگلے میں برہمن کی بخت زناری بھی دیکھ

دل کو تسکین دینے کے لئے جو تامل چاہئے کر لیجئے، غم جیسے بھی ہلکا ہو سکے کر لیجئے۔ لیکن ہندوستان میں ان کا حصہ دور کا جلوہ۔ اور پاکستان میں ان کی قسمت "بھیڑ اور بھوا۔"

(اسپین، اندلس کی تباہی کے وقت یہی حالت تھی کہ ہر مذہب پر ایک علاحدہ خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا اس شکست و ریخت میں اگر صرف مسلم قوم کی بربادی کا معاملہ ہوتا تو غیرت کھاتا مارچوں سے روشنی کا راستہ ملتا ہے، لیکن نکر کی بات اور انتہائی رنج کی بات یہ ہے کہ ہمیں ان معاملات کو دیکھ کر نفس اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں شبہ نہ پیدا ہو جائے اور مسلمانوں کے انفرادی عمل کا یہ اثر مرتب ہو کہ اسلام ہی میں سرائی کے لئے صلاحیت نہیں ہے۔ حالانکہ جو بھی ہوا اور جو بھی ہو رہا ہے وہاں سے اسلام پہلے نکالے بغیر داخل کیا جا چکا تھا۔ یہ اس قوم کا مطالبہ ہے جس نے دین کا تلامذہ پہلے ہی اپنی گردن سے نکال پھینکا تھا۔ اور جو سامنے آیا اور کہہ رہا ہے وہ مصداق ہے "وَمَا ظَنُّوا لَهٗمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظُنُوْنَ" کا دم لے ان پر ظلم نہیں کیا خود انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔)

# دینداری کے ساتھ دینی شعور کی بیداری بھی ضروری

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی کی تلمیذی کتاب ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنی ایک لکچر اور غلطی پر اس کو ایسی ندامت ہوتی ہے کہ اس سے وہ میدان ترقی میں ہزاروں لاکھوں میل کی مسافت آن کی آن میں ملے کر لیتا ہے، اور اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں غلطی اور توبہ کے بغیر وہ برسوں میں بھی نہیں پہنچ سکتا تھا، اور اس کی اس ترقی اور پرواز پر محض فطرت فرشتوں کو بھی رشک آنے لگتا ہے، نسل انسانی کے مورث اعلیٰ حضرت آدم سے بھی غلطی ہوتی تھی، لیکن انہوں نے اس غلطی پر اصرار نہیں کیا، بلکہ ان لفظوں میں اس کا اعتراف اور اس پر ندامت کا اظہار کیا کہ رحمت الہی کے دریا میں ایک تلامذہ برپا ہو گیا، اور ان کو جو بیعت کا وہ مقام حاصل ہو گیا، جو شاید اس لکچر سے پہلے حاصل نہ تھا انہوں نے کہا:

”رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا  
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ“  
(سورۃ الاعراف - ۲۲)

اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشنے گا، اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔  
ان کو اس توبہ اور ندامت سے جو ترقی حاصل ہوئی اس کا قرآن مجید نے خود اعلان فرمایا ہے:

”وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ هُوَ أَجْتَابَهُ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو پیش رہا نہیں دی ہیں، ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے تجربوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، اگر اس کو راستہ چلتے ٹھوکر لگ جاتی ہے تو وہ تھک کر دیکھنے لگتا ہے، اگر اس کو کسی چیز سے ٹھوکر لگی، وہ راستہ کے اس پتھر کو ہٹا دیتا ہے، یا اس سے بچ کر چلتا ہے اور اگر کسی راستہ میں ایسے ہی پتھر پڑے ہوتے ہیں، یا پتھر ختم ہیں، تو وہ دوسرا صاف، سیدھا اور ہموار راستہ اختیار کرتا ہے، اس سے جب کوئی شدید غلطی ہوتی ہے، یا کسی معاملہ میں اس کو کافی کا نہ دیکھنا پڑتا ہے، تو وہ اس کے اسباب عمل پر غور کرتا ہے، اس ناکامی کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور آئندہ ایسی غلطیوں سے بچنے کی جدوجہد کرتا ہے، جن کی وجہ سے اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، اسباب و نتائج کا یہ تجربہ (ANALYSIS) انسان کی وہ فطری صلاحیت اور خدا داد عظیم ہے جس سے جانور عام طور پر محروم ہیں، اور جس کی وجہ سے انسان اعلیٰ مرتبہ کمال تک پہنچا، اور انسانی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون نے اتنی ترقی کی۔

انسان کی تعریف یہ نہیں کر دے غلطی نہیں کرتا، غلطی کرتا تو اس کی سرشت اور غیر میں داخل ہے، اور آدم کی میراث ہے، تعریف یہ ہے کہ وہ غلطی کا اعتراف کرتا ہے، اس پر ندامت ہوتی ہے، اس

رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهُدِيَ لَهُ  
أُورَادُ مَن لَّسَ بِرَدِّ دِگَاكِ عَمَكِ  
خَلَاتِ كِیَا، تُو دِہِ رَاہِ ہُو گئے، پھر ان  
كِہِ رَدِّ دِگَاكِ ان كُو نَوَازِ اور ان پَر  
مہر بانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی۔  
لیکن شیطان کا معاملہ اس کے برعکس تھا،  
اس نے اپنی غلطی اور نافرمانی پر اصرار کیا، اور اپنے  
عمل کی صحت اور جواز کے لئے دلائل دیئے۔  
”قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ  
وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ“ (سورۃ الاعراف - ۱۲)  
اس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں،  
مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اسے  
مٹی سے بنایا ہے۔

## بہت سی انسانی کامیابیوں کا سہرا غلطیوں کے سرے

انسانی ترقیات اور تہذیب و تمدن کے دست اور ارتقا میں غلطیوں کا حصہ صحیح اقدامات اور راست روی سے شاید کم نہیں، بلکہ بعض انسانی فتوحات اور کامیابیوں کا سہرا انہیں غلطیوں کے سرے ہے، اس طرح انسانی تاریخ جس طرح انسانوں کے صحیح فیصلوں، اور صحیح عمل کی مرہون بنتی ہے، اسی طرح غلطیوں، لغزشوں اور نادانیوں کی بھی، اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے آپ کو تاریخ میں بہت سی مثالیں ملیں گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جزیرہ نملے سینا میں صحیح سلامت پہنچنا اور فرعون کے لشکر کا بحرام میں غرق ہونا، حضرت موسیٰ کے رات کے اندر صبر میں راستہ بھول جانے کا نتیجہ تھا، نئی دنیا دہریہ کی دریافت کو بلیس کی غلطی، اور غلط فہمی کا نتیجہ تھا، جو ہندوستان کی تلاش میں نکلا تھا، دعویٰ ہذا صحیح ہے۔

## غلطیوں کا احساس نہ کرنا صحیح فطرت انسان کا شیوہ نہیں

اپنی غلطیوں کا احساس نہ کرنا، اور اپنے تجربوں اور کامیابیوں سے فائدہ نہ اٹھانا، غلطیوں اور کامیابیوں کے اسباب و علل کو تلاش نہ کرنا ایک ہی غلطی بار بار کرنا، اور ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈس جانا ایک صحیح فطرت اور صحیح احساس انسان کا شیوہ نہیں ہے اور مومن کو تو یہ کسی طرح بھاری نہیں دیتا، جس کو اللہ تعالیٰ نے فرستایا اسانی عطا فرمائی ہے، اور عقل و تجربے سے فائدہ اٹھانے کی سب سے زیادہ دعوت دی ہے، قرآن شریف نے گروہ منافقین کی یہ کمزوری اور عیب بیان کیا ہے، کہ وہ واقعات اور تجربات سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے، اور سال میں کئی بار آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں:-

”أَذَلَّيْتُمْ أَنفُسَكُمْ فَتَنَوتُمْ فِي كُلِّ جَاثِمٍ  
مَّزْرَةً أَوْ مَوتًا مِّمَّنْ لَّيْلًا لَّيْتُمْ لَوْ تَوَدَّدُوا  
هَلُمَّ يَكُنْ كَمَوَدِّتِهِ“ (سورۃ التوبہ - ۱۲۶)  
کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، مگر اس پر بھی توبہ کرتے ہیں، نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔

مومن کی اسی صلاحیت پر اعتماد کرتے ہوئے ایک صحیح حدیث میں یہ مضمون آیا ہے، ”لَا يَمْلِكُ الْمُؤْمِنُ مِنَّ جَحْمٍ مَّوْتَيْنِ“ (مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا)۔

## جاہلیت کی صحیح معرفت ضروری ہے

مسلمان کو اسلام کے خلاف کرنے اور دشمنوں کا آلاکار بننے سے ایسی وحشت ہونی چاہئے کہ اگر خواب میں کوئی واقعہ ایسا دیکھے تو اس کے منہ

تخت نکل جائے اور وہ توبہ اور استغفار کرے، جاہلیت سے صرف جذباتی لغزش ہی کافی نہیں، مسلمان کے لئے جاہلیت کی صحیح معرفت ضروری ہے، وہ کبھی اس کے بارے میں دھوکہ نہ کھائے اگر جاہلیت غلاف کعبہ اڑھ کر، اور قرآن مجید ہاتھ میں لے کر آئے، جب بھی وہ لاجعل بڑھے اور اس سے پناہ مانگے وہ کسی بھیس میں اس کے سامنے آئے تو وہ اس کو پہچان جائے، اور اس کو مخاطب کر کے کہے۔

بہر سچے کو خواہی جاہلی پوش  
من انداز قدرت راجی شناسم

## شیطان کی حکمت

شیطان کی حکمت عملی اور جنگی سیاست (STRATEGY) یہ ہے کہ وہ مسلمان میں جو کمزور پہلو دیکھتا ہے، وہ اسی طرف سے حملہ آور ہوتا ہے، وہ ہر طبقہ اور ہر فرد پر ایک ہی طریقہ اور ایک ہی ہتھیار نہیں آزماتا، وہ دینداروں اور عابدوں کو عوام کے درجہ کے سبق و تجویز ترغیب نہیں دیتا کہ اس میں اس کو کامیابی کی امید نہیں، وہ ان کو باہر خود پسندی، جب جاہ اور حد سے امراض میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے، قومی سرپرستی، حکومت و اقتدار کی بوس، اور دو لڑنے کے بدلے اپنے ملک کے وسائل کا خود استعمال کرنا، اور اپنے اوپر خود حکومت کرنا، اور اپنی زبان اور لہجہ کو فروغ دینا، ہر قیمت پر اپنے ملک کا بول بالا کرنا، یہ وہ خوش نما اور دل فریب مقاصد اور بردہ دلکش اور شیریں خواب ہیں، جن کے بڑے بڑے اہل علم اور بعض اوقات بڑے بڑے دیندار بھی فریفتہ ہو جاتے ہیں، عربوں کی فریب خوردگی اور اس کی نرا شیطان نے عربوں کو ہی بزرگ دکھایا

ان سے کہا کہ قرآن مجید تمہاری زبان میں نازل ہوا اللہ کا رسول تم میں مبعوث ہوا، خانہ کعبہ اور تمام عالم کا قبلہ تمہاری سرزمین ہے، حرم، اور رسول کی آخری آرام گاہ تمہارے ملک میں ہے، تو قرآن و حدیث اور اسلام کے اسرار و حقائق کو مہیا کچھ سیکھتے ہو، دنیا میں کوئی ایسی قوم ایسا کچھ سیکھ سکتی ہے، اس سب سے باوجود خلافت کا مرکز تم سے ہزاروں میل دور، سمندر پار قسطنطنیہ میں ہو، اور ترک تم پر حکومت کریں، جن کی زبان عربی اور نسل عربی، یہ منطق ایسی تھی کہ بہت سے عربوں نے جن کو اقتدار کی تمنا تھی، اور وہ عرصے سے ایک عرب ایپاٹر کا خواب دیکھ رہے تھے، نیز ان کو ترکوں سے بہت سی شکایتیں تھیں، اور ان کے احساس برتری اور جاہ کا نہ رویتے سے نالاں تھے، ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، اور وہ برطانوی شاطروں کے تقاضا کا آلاکار بن گئے، شریف کو نے مرکز اسلام میں بیٹھ کر اور شام و عراق کے عربوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اتحادیوں کا ساتھ دیا، اور ان کے منصوبے کی تکمیل میں معاون بن گئے، ترکوں کو شکست ہوئی، خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو گیا، وہ حصار جس کے اندر مسلمان عزت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، منہدم ہو گیا، مغربی طاقتوں کو اب کسی کا ڈر نہیں رہا، اور مسلمانوں کی طرف سے کوئی انگلی ہلانے والا بھی نہیں رہا، اس کے نتیجے میں فلسطین، یو ڈیوں کا قومی وطن (NATIONAL HOME) بنا، اسرائیل کی سلطنت قائم ہوئی جو عربوں کی چھاتی پر ٹھونکنے کی طرح قائم ہے، بیت المقدس، یروشلم کے قبضہ میں چلا گیا، یہ سب اس عصیت ہائیر کا کرشمہ ہے، جس کا عرب شکار ہوئے اور جس کا نتیجہ ہو کر ہے

نہ خدا ہی ملانہ وصال صم  
نہ ادر کے سب زادہ صم



# عالم اسلام ذہنی غلامی کے زرخیزین

ترجمہ: مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ————— مطبع الرحمن عارف ندوی

عالم اسلام تقریباً ایک صدی سے یہودی اور مغربی استعماری طاقتوں کے سائرسنی شکنجہ میں پھنسا ہوا ہے۔ مغربی استعمار کا عسکری تسلط اگرچہ آزادی کی جدوجہد کے نتیجے میں تقریباً مٹ چکا ہے لیکن سیاسی اور اقتصادی ذرائع سے غلبہ و تسلط قائم ہے اور سب سے بڑھ کر استعماری دھبہ ہونے والے طاقتوں کے طرف سے ذہنوں کو بدلنے اور ذہنی و فکری غلامی مسلط کر دینے کا عمل نہایت شاطرانہ انداز میں چل رہا ہے، چنانچہ عالم اسلام کے باشندوں سے اسلامی جذبہ کے اثرات کم کرنے کے لئے آپس میں وہ ایک دوسرے کے ممان ہیں انہوں نے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے موزن طریقے اور کارگر ذرائع ابلاغ اور تعلیمی طریقہ کار کو اختیار کیا ہے جو پردان جبرستی مسلم نسلیوں کو ان کی ابتدائی عمر سے ہی متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ہر ایک کے مشاہد سے ہی ہے کہ موجودہ نسلیں ان وسائل کے اثر سے بہت زیادہ ذہنی انتشار میں اور اپنی جمی جمانی مضبوط قدروں سے دوری میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں بالقصور میں مذہب یا بہت زیادہ اثر انگیز ذہنی زہر ہے جو ہر ذہنی پروگرام کے ساتھ لوگوں کے گھروں میں زندگی کی ایک ضرورت بن کر داخل ہو چکا ہے۔ وہ خالص طور پر لوگوں کے ذہن کے اوقات ان کے تفریحی طبع کے سامان کی حیثیت سے اپنے با مقصد اثرات منتقل

کرتا ہے۔ اس کے پروگرام نئی نسلیوں کی قدم روایات کو متزلزل کرنے اور ان کی ثقافت اور مذہبی خیالات کو نئی نسل کے ذہنوں سے دور کرنے کا اہم دھڑا کرتے ہیں اس طرح مغرب کے پیش کردہ وہ تصورات جو مشرق کے دل و دماغ سے ہم آہنگی نہیں رکھتے۔ مشرق کے نوجوانوں کے دل و دماغ پر حاوی ہوتے جاتے ہیں خواہ وہ اطلاقاً اقدار کے دائرہ کے ہوں یا عادات و اطوار کے دائرے کے ذہنی عقائد سے متعلق رکھتے ہوں یا انسانی احساسات و جذبات سے تعلق رکھتے ہوں۔ مغرب کے با تصور ذرائع ابلاغ نے سب سے زیادہ جو نقصان پہنچایا ہے وہ اخلاقی دائرے کا ہے۔ جن میں مشرقی شرم و حیا اور جرم و خطا کی ناپسندیدگی اور اپنے کو اسے کسی الزام سے بچانے رکھنے کے کوشش خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس سلسلے میں مغرب نے میڈیا کے اثر سے جو بے بسی پیدا ہوئی ہے اس کا اثر ہے کہ آج کا نوجوان اپنے والدین کے سامنے ٹی وی کے اسکرین پر مرد و زن کے بد چلنی اور ظلم سب دیدہ و لیسری کے مناظر دیکھتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بری بات نہیں ہے وہ ان کی موجودگی میں نوجوان مرد و عورت کے ملنے ان کے جنسی رجحانات کے اظہار، بوس و کناہ تک کو جبرستہ دیکھتا ہے اور اسی طرح دوسرے بے شرمی اور بے راہ روی کے مناظر اس کی نگاہوں

سے گزرتے ہیں۔ پھر مخلوط تعلیم کے نظام میں وہ لوگ اپنے ہم عمر لوگوں اور لڑکے اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ خلوت و عزت کے لحاظ سے بھی گزرتے ہیں اور ایسے مواقع بھی ملتے ہیں جس میں کوئی چیز ان دونوں کے درمیان حجاب نہیں بنتی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جب وہ والدین کے سامنے جذبات کو برا لکھتے کرتے والے مناظر دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اور کسی شرم و حیا کا ان پر گزر نہیں ہوتا تو بھلا ان نوجوانوں کے لئے کیا بات مانع ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے مناظر کو اپنی زندگی میں نہ لے آئیں۔ پھر نسلیوں اور نسلی و نژاد میں محض آوازی کے وہ راہ روی کے مناظر ہی نہیں ہوتے بلکہ نقل و غارت گری اور جرائم کے نئے نئے طریقے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے اندر اخلاق و کردار اور دین و مذہب کو برا لگندہ کرنے والے کردار اور اسکے جاتے ہیں جنہیں مسلم کے ادا کار اس کے مختلف جھلکیوں میں پیش کرتے ہیں۔

یہاں کی اور اخلاقی انارکی کے ایسے مناظر و احوال سے بچنے کے ذہنوں پر جو اثرات پڑتے ہیں ان کا مغربی تہذیب ماحول کے اندر صاف مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن انسان کو کہ اب یہ چیزیں مشرقی تہذیب میں بھی انہیں ذرائع ابلاغ و تصویر کے ذریعہ داخل ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان کے ہمارا معاشرہ اب اخلاق و عادات اور ہوئی پرستی و لذت کو شہی کی وجہ سے ایک فاسد اور متعفن معاشرہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔

دراصل یہ ایک صیہونی سازش ہے جیسا کہ ان کے پروٹوکول کی ہدایات سے پتہ چلتا ہے اس صیہونی سازش کو پہلے عیسائی دنیا پر کامیابی ملی پھر اس سے متاثر عیسائی سوسائٹی اس کی ہم نوا بن گئی اور پھر وہ دونوں مشرقی اقدام میں اس طرح کے

اثرات پڑھانے کے لئے ایک دوسرے کے ممد و معاون ہونگے۔ حتیٰ کہ روس کے زوال کے بعد دونوں کا اصل نشانہ خاص طور پر مسلمان معاشرہ کو بنایا گیا اس سازش کے مرتب کرنے والوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی فکر و خیال سے برگشتہ کرنے والی نئی نئی اصطلاحات ایجاد کیں جو مسلمان اسلامی اقدار و شخص کے ساتھ جینا چاہتا ہے۔ اس کو ان اصطلاحات کے ذریعہ مطعون و مہینہ بناتے ہیں۔ مغربی ارباب سیاست اور مفکرین یہاں زندگی کو پسند کرنے والے افراد کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ اس میں بنیاد پرستی کا برا پہلو ابھارتے ہیں جس سے پس ماندہ ذہنیت اور ہٹ دھرمی کا اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا کر دیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مذہبی فرائض کا التزام کرے اس کو بنیاد پرست کہہ کر مطعون کرتے ہیں اس کو مذہبی ہٹ دھرمی کرنے والا شخص مراد لیتے ہیں اور اگر وہ اس طعن و زیادتی پر ناگوار سی ظاہر کرے تو اس کو دہشت گردی اور دہشت پسندی کا الزام دیتے ہیں بلکہ سنجیدگی کے ساتھ مذہب پر عمل کرنے والوں اور مذہبی اقدار و ثقافتی روایات کی حفاظت کرنے والوں اور دینی جوش و جذبہ سے سرشار افراد کو کھلے طریقے سے دہشت گرد قرار دیتے ہیں پھر اسی فرضی الزام و اتہام پر انہیں گرفتار کر کے جیل کی سلانوں کے اندر تک پہنچا دیتے ہیں اور اگر وہ سختی اور ناگواری دکھائیں تو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور نئے نئے نفسیاتی طریقوں سے ان کے دل و دماغ کو ان کے پاکیزہ اور مذہبی معاملات سے وابستگی و محبت سے یکسر صاف کر دینا چاہتے ہیں اور جب تک وہ اپنی دینی دستک راہ اس کی دفاعی سے تائب نہیں ہو جاتے انہیں رہا نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ دل سے بائنا نفقت کا طریقہ اختیار کر کے اپنے عقیدہ مذہب کو کناہ کش

نہ ہو جائے۔

اس طرح کا رویہ اختیار کر کے اسلام دشمنی میں اس جوش نہیں جیسا بڑھ جاتا ہے کہ انہوں نے مسلم نوجوانوں کے ذہنوں سے دینی فکر کے اثرات کو اکھاڑ پھینکا ہے، لیکن جب یہ نوجوان ان سلاخوں کے باہر آتے ہیں تو ان کے دل ان ظالموں کے خلاف نفرت اور عداوت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور جب لفظ بھائیوں، دوستوں اور ہم وطنوں کو جیل میں ان کو پہنچی تکلیفوں کا علم ہوتا ہے تو ان میں بھی سخت غم و تنہا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہی چیز جب ہر سے تجاؤز کر جاتی ہے۔ تو ان نوجوانوں میں اس ظلم و زیادتی کے خلاف اتقامی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے انجام کار وہ اس غم کی بنا پر اتقام بڑا دہ پڑتے ہیں اس وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں حالات نامتناہی ہوتے ہیں اور جہاں جہاں ہوتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان جھڑپوں اور واقعات کا ذمہ دار کون ہے؟ جب تک نوجوانوں کو بھڑکانے کے اسباب موجود ہیں اس کے نتائج بہر حال سامنے آتے رہیں گے۔ اس لئے مغربی مفکرین اور ظالم سیاسی لیڈروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس چیز کو مذہبی دہشت گردی کہتے ہیں اس کی صحیح صورت حال اور اس کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں اور وہ اس مرض کا صحیح علاج تلاش کریں۔ اور ان اسباب کو دور کریں۔ جو لوگوں میں رد عمل کے طور پر غم و اندوہ اور گرمی پیدا کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنی طاقتوں کو غیر حقیقی باتوں میں ضائع کریں جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ نوجوانوں کے اندر بغض و تشدد محض اس ظلم و زیادتی کی ناپسندیدگی اور رد عمل کے نتیجے میں پردان پڑھتا ہے جو مذہب پسندوں کے دلوں میں پائی جانے والی مذہب کی بالادستی کو ختم کرنے کے لئے ان پر کیا جاتا ہے۔ اور ان کی راہیں

رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں اور اس سب کے برعکس ان مغربی طاقتوں کا اسرائیل اور عیسائیوں کے ساتھ معاملہ بالکل جہل ہے۔ ان کے ساتھ پوری رواداری اور رعایت ہے۔ اس کے مقابلہ میں مشرقی مسلمانوں اور عرب ملکوں کے ساتھ ان کا سلوک بالکل سخت اور جارحانہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیل کی سیاست و حکومت دونوں خاص مذہبی عصبیت بلکہ مذہبی و نسلی جارحیت پر قائم ہیں۔ اسرائیل میں یہودی اقدار پرستی سے عمل پایا جاتا ہے۔ لیکن مغرب ان سے پیچھے چھوڑ نہیں کرتا۔ یہودی مذہب کے لئے والے یورپ کے اکثر ملکوں میں موجود ہیں۔ اور وہ میڈیا، اقتصاد اور قانون ساز مرکز میں پردان پڑھتا ہے اس اور اپنے اعمال و کردار میں مذہبی اصولی اقدار پر عمل کرتے ہیں۔ اور خود حکومت اسرائیل محض مذہبی و نسلی تعصب کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ ان لوگوں نے اس کی کوئی پردان نہیں کی کہ انہوں نے دوسروں کی زمین کو غصب کیا۔ اور اپنی طاقت کے ذریعہ انہیں زیر نگین کرنے کے بعد وہاں اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کو اپنا وطن بنا لیا اور وہاں کے اصل باشندوں کو مملو وطن کر دیا۔

صرف یہی نہیں کہ یورپ نے ان کو بنیاد پرست یا دہشت گرد قرار نہیں دیا بلکہ اس نے ان لوگوں کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ جب ہم گہرائی کے ساتھ غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ دہشت گردی ان لوگوں کے نزدیک وہی ہے جس میں صرف قوم مسلم کو مورد الزام بنایا جاسکتا ہو اور تعصب بھی ان کی نگاہ میں صرف وہی ہے جس کا نشانہ مسلمان بنایا جاسکتا ہو۔

اس وقت مسلمان اس رویے سے زمین پر پھیلی ہوئی تمام اقوام عالم کی مشترکہ دشمنی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہی جس کو اپنا نے اور اعلیٰ



شوق بڑھا۔

اس آنتا میں اب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے غیر معمولی تعلق بڑھ گیا، اور حضرت مولانا کی تصنیفات کو بہت ذوق و شوق کے ساتھ پڑھنے لگے تھے، اپنے والدین کو حضرت مولانا سے بیوت کرایا جس سے حضرت کے خاندان سے گھر بولوغات بھی برابر بڑھنے لگے، وہ رمضان المبارک کا بڑا احقر حضرت مولانا کی خدمت میں رائے بریلی میں گزارتے اور شہر کی کسی مسجد میں تراویح سناتے، ان کی اس تندی سے گھر کے پورے ماحول پر اثر پڑا اور والدین کو دوسرے بچوں کو بھی علم دین پڑھانے کا شوق ہوا۔ اور ان کے کئی بھائی کا حافظہ عالمی بنے، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے علم پر عمل کی توفیق سے نوازے اور اس سرانے فانی سے اسی طرح گند جانے کی سعادت بخشے جس طرح عالم باعمل گذرتے رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ جنتی اللہ میں جیسا وہ العلماء کے ٹونے سے آئے رہیں۔

مولانا محمد رضوان صاحب جن کو اب تک طالب علم کہہ کر لکھتا آیا ہوں دارالعلوم سے اس امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوئے کہ مولانا کو مدینہ منورہ بھیجے جانے والے طلبہ میں ان کا بھی انتخاب ہو گیا اور توفیق خداوندی نے ان کو مدینہ الرسول پہنچا دیا جہاں مدینہ منورہ میں بھی وہ بہت متاثر رہے، اپنی تعلیمی مسئولیت و انہماک کے ساتھ ساتھ وہاں سنیچے والے اساتذہ اور تلامذہ کرام کی بھی بڑی خدمت کرتے، راقم منظور کو بھی ان کے دوران قیام مدینہ منورہ دو تین بار جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور انھوں نے بڑی سعادت مندی و خلوص کا معاملہ کیا۔

جامعہ میں عرب طلبہ سے بھی ان کے اچھے روابط رہے، اپنی امتیازی خصوصیات کی بنا پر وہ جامعہ میں اپنے دارالافتاء کے طلبہ کے تلامذہ بھی بنائے گئے، انھوں نے جامعہ میں ایسا امتیاز پیدا کر لیا تھا کہ ان کو وہاں سے فراغت کے بعد وہیں کوئی اچھی ملازمت مل سکتی تھی۔

ادھر ذکر آچکا ہے کہ ان کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے غیر معمولی تعلق تھا، لہذا حضرت کا جب بھی مدینہ منورہ کا سفر ہوتا وہ زیادہ سے زیادہ حضرت کی خدمت میں بعد امکان وقت گزارنے کی کوشش کرتے، مدینہ منورہ میں ان کے آخری سال ہوں گے کہ انھیں دنوں مولانا کے طلبہ اور علماء کے سامنے اس وقت کے عالمی حالات اور اسلام مخالف تحریکات کا تذکرہ کرتے ہوئے علماء و طلبہ کی ذمہ داریوں اور ان کی دینی غیرت و محبت کو بیدار کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بڑی برجوش اور دلورائز تقریر فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا آب زر سے لکھے جانے کے قابل جملہ "انقص الدین و اناسی" پورے ایمان جو شوقین کے ساتھ اس طرح فرمایا کہ جمع پرستنا تھا گیا۔

اس تقریر کی کوئی پورے مدینہ منورہ میں ہی گئی، رئیس الجامعہ پر ایسا اثر پڑا کہ "انقص الدین و اناسی" کے دو تین تالیفات کے طلبہ کے نام کمروں میں آویزاں کر دیئے اور ایک لوح تہ تہ خوبصورت بنوا کر فریم کر کے حضرت مولانا کی خدمت میں بدرجہا۔

اس تقریر کے بعد مولانا رضوان صاحب نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ اب یہاں سے فارغ ہونے کے بعد کیا مشورہ ہے۔ حضرت نے جواب دیا اگر روپے کا ناچاہتے ہو تو یہاں رہو اور دین کی خدمت کرنی ہو تو ہندوستان آ جاؤ۔

ان پر حضرت مولانا کی نازہ نازہ تقریر کا اثر تھا اسی تاثر میں انھوں نے اپنے ایک اساتذہ کو خط لکھا جو دوسروں کی تعجب کی فرض سے تعمیر حیات میں

۲۵ مئی ۱۹۹۹ء کو شائع کر دیا گیا، انھوں نے ایسی صلابت کا مظاہرہ کیا تھا کہ وہاں ان کو بلا طلب ۶۶ سو ریل کی بہت باعزت ملازمت، امامت و دعوت و ارشاد نیز انفا کے لئے مل رہی تھی لیکن حضرت مدظلہ کے ارشاد اور اپنے خط کی لاج میں انھوں نے اس ملازمت سے انکار کر دیا، جبکہ ملازمت ان کو حکومت کے ایک ذمہ دار کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ مرحوم کا وہ خط درج ذیل ہے:

محسن من ازید مجدہ  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
بفضل اللہ میں بخیر ہوں خدا کرے آپ بھی بخیر ہوں، میں نے یہاں آنے کے بعد اب تک آپ کو خط نہیں لکھا معافی چاہتا ہوں۔

اس سال مولانا مدظلہ کی آمد بہت زیادہ خیر و برکت کا سبب بنی۔ مجھے تو بالکل انقلابی سفر معلوم ہو رہا ہے، جامعہ کی مجلس آج تک شیخ ندوی شیخ ندوی کی صداؤں سے گونج رہی ہے مولانا کا جامعہ میں ہونے والی تقریر بہت تیزی کے ساتھ ہر طرف پھیل گئی، اور بعض وقت تو اس کا اثر بہت صاف نظر آتا ہے، نائب رئیس نے "انقص الدین و اناسی" کے لوح چھپوانے میں اور کمروں میں لگائے جا رہے ہیں، نیچے لکھا ہوا ہے ہدیہ دہائی سماحۃ الشیخ ابی الحسن اللہوی اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد تعلیم مکمل ہو اور آپ کے ساتھ میں بھی مدینہ منورہ آ کر حضرت مولانا کے خدمت میں لگ جاؤں، اور زیادہ سے زیادہ وقت تعلیم و تربیت میں لگے، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کسی قابل بنا دے۔ آمین۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خط لکھنے کا وقت قبولیت کا وقت تھا اس لئے وہ اتنی اہم ملازمت چھوڑ کر مدینہ آ گئے اور مولانا تنخواہ پر کام کرنا شروع کر دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا مدظلہ کے اشارہ پر سودی

حکومت کی طرف سے مبعوث ہوئے۔

درسی اسناد بہت بڑھتی تھی عرصہ تک محنت و لگن کے ساتھ پڑھا یا لیکن بہت جلد تھی اس لئے اور بہت سے کاموں سے دلچسپی یعنی شروع کی، مدارس مفت کے دورے کئے بعض شاخوں کی مالیات کے سلسلہ میں بھی کافی وقت صرف کرنے لگے، ان کی عالی حوصلگی ان کو قرار نہیں لینے دیتی تھی، مدینہ منورہ کی تدریس اور بعض مدارس کی ذمہ داریوں کے ساتھ انھوں نے بچوں کا ایک مدرسہ کھولنے کا منصوبہ بنایا جو بہت ہی نازک کام ہے۔

جس کی بہت تو توفیق اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کو دیکھ اور انھوں نے نام خدا پر کام شروع کر دیا، ڈاکٹر صاحب کے اس میدان میں قدم رکھ دینے کے بعد دوسروں میں بھی جو صلہ پیدا ہوا لکھنؤ جیسے شہر میں اور جب کہ باہر سے بھی لڑکیاں تعلیم کے لئے آئے لگی ہوں ایک مدرسہ کافی نہیں تھا چنانچہ مولانا رضوان صاحب نے بھی بہت ہی اور اپنے بڑے بھائی محمد عرفان صاحب کے مکان میں جو کافی وسیع تھا بچیوں کا مدرسہ قائم کر دیا اور اس میں اچھا خاصا وقت صرف کرنے لگے، کام اتنا بڑھا کہ علاحدہ زمین خرید کر دو کمرے "جامعۃ المؤمنات" کے نام سے بڑا ادارہ قائم کر دیا اور اس کی طرف بڑا رجوع شروع ہوا، یہ کام اتنا آگے بڑھا کہ مدینہ منورہ کا کام چھوڑ کر اپنا سارا وقت شب و روز اسی جامعہ کے لئے وقف کر دیا جس کے نتیجہ میں جامعہ نے غیر معمولی ترقی کی۔ حادثہ وفات سے صرف ایک ہفتہ قبل استاد محترم موجودہ نائب ناظم مولانا امجد راج صاحب ندوی کو نمونہ کے طور پر مختارات پڑھانے کے لئے لے گئے، ساتھ میں میں بھی گیا بچیوں نے مختارات کا پہلا سبق جو سورہ انزاب کی آیات سے شروع ہوتا ہے پڑھا اس کا مولانا تدریس دیا،

بچیوں نے قرآن کریم کی آیات، مختار ج اور اصول تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ بہت اچھا پڑھا اور نہایت مسرت ہوئی۔ ان کے بڑے بھائی محمد عرفان صاحب اور کچھ عرصہ سے ان کی باتوں، مسلوک اور بعض بدلت کی ایسی باتیں سناتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا سفر آخرت کی تیاری میں تھے۔ کیا خبر تھی کہ اس جامعہ کا بانی جو اس کی ترقی کے لئے رات دن ایک کئے دے رہا ہے، ایک ہی ہفتہ کے بعد تھکا تھکا یا بہت خاموشی کے ساتھ اس طرح جا کر قبر میں لیٹ رہے گا جیسے تھکا ہوا مسافر سو جاتا ہے۔

اسٹے بڑے جامعہ کی ذمہ داری کے ساتھ نہ معلوم کتنے مدارس و مکاتب کی وہ مگر رکھتے تھے اور سب کو اپنا علمی اخلاقی اور صحیح الوجدانی تادیب دینے کی اس کے ساتھ ساتھ بڑے کثرت دست، حضور و توفیق تیبوں اور بواؤں کے لئے بھی فکر مند ہر ایک کی خدمت کے لئے حاضر۔ ان کی پوری زندگی فخر و تھی۔ ابھی یہاں ابھی وہاں۔ ان کی تلاش ہوتی نہ تھکتی تو اکثر یہ کہا جاتا۔ رضوان لہ ما عا شغل۔ رضوان کو سیکرٹری کام میں کہیں ہوں گے۔ مدینہ کا کوئی جملہ ہوا، اہم اور عرب مہمانوں کی آمد ہو، حضرت مولانا کے سفروں کے سلسلہ میں سفارت خانوں سے تعلق کوئی کام ہو، اپنے اساتذہ یا مخصوص مولانا سید محمد راج صاحب اور مولانا محمد راج رشید صاحب کا کوئی کام ہو کہیں جانا ہو، فوراً کے نوٹ تیار۔

ان کی یہ ادا اپنے بڑوں اور اساتذہ کی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ اپنے دوستوں اور رفقاء کے ساتھ بھی بہت تعلق و محبت کا معاملہ کرتے اور یہ سب کچھ تو واضح و ظاہر کی کے ساتھ، ان کی بوجھ خوبیاں اور صفات تھیں جنھوں نے اپنا ایک ایک کے حادثہ وفات پر ہزاروں دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

حضرت مولانا، ان کے والد اور بھائی، مولانا سید محمد راج صاحب اور دیگر اساتذہ کے نام فون اور

نیکس کا سلسلہ جاری رہا، عرب ملکوں اور بعض خطہ خانوں سے بھی نیکس کا ایک سلسلہ جاری رہا، انہ تھائی ان کی قبر کو نوے سے بھروسے اور ان پر اس کی دستوں کی بھڑکی لگی رہے۔

علیٹ تحیات الرحمن تنقرا  
بیر حیات خواجہ راجحانات  
راقم سطور کو خاص وجوہات و اسباب کی بنا پر ان سے جو عزیزانہ اور برادرانہ تعلق تھا ان کے اس طرح اجانک چلے جانے سے دل پر جو اثر پڑا اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے تمام اساتذہ خصوصاً مولانا محمد راج صاحب اور مولانا داؤد رشید صاحب اور حضرت مولانا اور ان کے دوستوں اور ساتھیوں جیسی بڑے علمی اثر پڑا، ان کے شاگردوں کے بھی بڑے راج و تعلق کے خطوط آ رہے ہیں۔ ان کے اس غیر متوقع سفر نے جو بہر حال مالک حقیقی کی مشیت و فیصلہ اور اہل سنتی کے مطابق ہی ہوا جس کی حکمتوں کا ہم بندوں کو علم نہیں کتا بڑا اخلاقی پیدا ہو گیا، اندازہ لگانا مشکل ہے جیسا کہ ادھر ذکر ہوا۔ اپنے جامعہ کے علاوہ معلوم کتنے مدارس کے لئے سہارا تھے اور ان مدارس کے ذمہ داروں کو ان سے بڑی توت حاصل تھی اس شخص و اینا بڑا متحرک فعال جوان تھا کی اپنا ایک جدلی سے دلالتے اور اس وقت میں کہ شاید بہت دنوں تک یہ غم بھلا یا نہ جاسکے۔

تھے گا دل رکھیں گے انک ہاں مگر ابھی نہیں تھیں مگر غصہ کے علاوہ اور چارہ یہ کیا ہے جس ایک نے ان کو ان گونا گوں صلاحیتوں سے نوازا تھا اسی لئے یہاں دگمان اپنی حکمت کے تقاضے سے وقت موجود ہر بلا لیا۔ ہم بندے اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں کہ ایک کے فیصلہ پر ہر حال میں راضی رہیں گے۔

لقد ما أخذ دلہ ما أعطی  
لیکن غم بہر حال غم ہے اب ان کے سہارا گان کے سامنے جاتے ہوئے بھی دل پر جو اثر لگتی ہے اس قدر تھائی ہی سب کی تجلیاتی فرمائے اور صبر و ہمت دے۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء

## شب معراج

عالم مثال کے وحشت ناک مناظر

آپ کے قتل کی سازشیں ہوں یا آپ پر قاتلانہ حملے ہوں، راستے میں کانٹے پھیلانے کی بدسلوکیاں ہوں یا جسم اطہر پر غلاظت ڈالنے کی بدتمیزیاں ہوں، آپ کے ساتھیوں پر مار دھاڑ کے واقعات ہوں یا ظلم و ستم کو سرگرمیاں ہوں، آپ کے ساتھ طاقت کے ادبائشوں اور آواروں کا انسانیت سوز سلوک ہو یا ان کی سنگباری سے قدم ہائے مبارک کا زخمی ہو کر لہولہاں ہو جانا ہو۔ شاعر، کاہن، ساحر اور مجنون جیسے القاب کے ذریعہ جھٹلانے اور رسوا کرنے کی کافرانہ دیکھی یا تسمیر کرنے اور استہزاء مذاق اڑانے کے شیطانہ فیصلے طے ہوں۔ جب آپ کی ذات اطہر کے ساتھ سب کچھ ہو گزرا۔ اور اس طرح ظلم و ستم کے ترکش میں کوئی تیرا لسانہ بچا جسے آپ پر آزمانہ لیا گیا ہو۔ اور اس طرح اب ظلم و ستم کے ساتھ استہزاء و تسمیر بھی اپنی انتہا کو پہنچ چکی اور انہیں حالات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دس سال مکہ میں گزارنے۔

اللہ کی راہ میں ذلیل ہونے والی حقیقت ذلیل نہیں ہوتا، رب العزت ذلت و رسوائی کی پستی کی مناسبت سے اس کو بلند کرتا ہے اور عزت سے نوازتا ہے۔ چنانچہ آپ کی ذات اطہر کے ساتھ زمین والوں کی بدسلوکی اور تذلیل و توبذین جب اپنی انتہا کو پہنچ چکی تو ان ذلیل

رسوا کرنے والوں کے سامنے آپ کو بلند سے بلند تر دکھانے اور عزت و تکریم کی عظیم الشان وبے مثال شکلوں سے نوازنے کا وقت آ ہی گیا تو پھر دیکھئے! عرش والے نے آپ کو بلند کیا! بلند سے بلند تر کیا! اور بلند تر سے بھی زیادہ بلند کیا! اور کرتا ہی چلا گیا۔ اور پھر اتنا بلند کیا کہ انسان تو کیا کوئی ملک مقرب بھی اس بلندی کو چھو نہ سکا، جس جبریل امین جو بارگاہ الہی کے مقرب ترین فرشتوں میں سب افضل فرشتے ہیں، یہ آپ کے رفیق سفر ہیں۔ اور فرشتوں کے بے شمار اہل آپ کے ساتھ طے کر رہے ہیں لیکن ایک مقام وہ سمجھا، آبا کر جب جس جبریل امین نے بھی معذرت کر لی کہ حضور! آپ کی ذات کو مستثنیٰ کرنے کے بعد کسی بھی مخلوق کے لئے اب اور آگے قدم بڑھانے کی اجازت نہیں چنانچہ اب اپنے دور کا یہ مظلوم ترین انسان ظلم و ستم رسیدگی کی انتہا کو پہنچا دیئے جانے کے بعد رفعت و بلندی کی انتہا، کی طرف تنہا سفر کر رہا ہے۔ یہ کون سا سفر ہے؟ کس کا سفر ہے؟ کیسا سفر ہے؟ کون سا سفر ہے؟ تو سنئے!!

یہی ہے سفر معراج جس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو رہے ہیں۔ یہاں وہ کہ مذکورہ حالات کے بعد مالک عرش عظیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے سفر پر

روانہ ہو کر اپنا ہمان خصوصی بننے کی دعوت دیدی اور ساتھ ہی ہمان مکرم کو مقام دعوت تک پہنچنے کے لئے رفیق سفر اور سواکسی سیمت سارے انتظامات مکمل کر کے ایک رات ام ہانی کے مکان سے آپ کے اس سفر کا آغاز کر دیا گیا۔

اس مبارک سفر کی بڑی تفصیلات ہیں اور انتہائی دلچسپ سبق آموز آپ کے مشاہدات ہیں جن کو آپ نے واپسی سفر پر بیان فرمایا وہ احادیث و سیرت پاک کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں جن کو وہاں دیکھا جا سکتا ہے آئیے! ہم آپ کو اپنے موضوع سے متعلق اور اس کو مناسبت سے اس مبارک سفر کے صرف ایک حصہ کی سیر میں شریک کرتے ہیں، جس جبریل امین کی معیت میں بلاق بر سواری ہو کر آپ سفر معراج پر روانہ ہوئے۔ واضح رہے کہ آپ کا یہ سفر اجماع ام ہانی کے مکان سے چل کر بیت المقدس کی طرف ہو رہا ہے۔ جہاں پہنچ کر آپ انبیا علیہم السلام کی امامت فرمائیں گے اور پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف آپ کی پرواز شروع ہوگی، بیت المقدس پہنچنے سے پہلے راستے میں آپ کو ایک بڑھیا ملی جس نے آپ کو آواز دی جس جبریل امین نے کہا آگے چلے چلئے اور اس کی طرف توجہ فرمائیے۔ آپ آگے چلئے رہے کہ آپ کو ایک بوڑھا شخص بلا اس نے بھی آپ کو آواز دی حضرت جبریل امین نے پھر فرمایا آگے چلئے آگے چل کر آپ کا ایک جماعت پر گذر ہوا جنہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا! اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَحْسَنُ۔ جس جبریل امین نے کہا آپ ان کے سلام کا جواب دیجئے اور پھر بتایا کہ وہ بوڑھی عورت جو راستے کے کنارے پر کھڑی تھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی عمر اتنی ہی تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے

جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے۔ اور وہ بوڑھا مرد شیطان تھا۔ دونوں کا مقصد آپ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ اور وہ جماعت جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے (سیرت مصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۲ بحوالہ ابن جریر)

اسی سفر میں راستے میں آپ کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جن کے ناخن تلنے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے جمیل رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جبریل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں اور انکی آبرو پر حرف گیری کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہر میں تیر رہا ہے اور پتھر کو لقمہ بنا بنا کر کھا رہا ہے۔ آپ نے جس جبریل امین سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سوہ تو ہے۔ نیز آپ کا ایک ایسی قوم پر بھی گذر ہوا کہ جو ایک ہی دن میں تخم ریزی بھی کرتی ہے اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتی ہے اور کالٹنے کے بعد کھیتی پھر لیتی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی۔ آپ نے جس جبریل امین سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ ان کی ایک نیکی سات سو نیکی سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا ہم البدل عطا فرماتا ہے۔

پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے پچھلے جا رہے ہیں پچھلے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے اور اسی طرح سلسلہ جاری ہے کبھی ختم نہیں ہوتا آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جس جبریل امین نے بتایا کہ یہ

سے بتایا کہ یہ فرض نماز سے کاہلی کرنے والے لوگ ہیں۔

پھر آپ کا ایک اور قوم سے گذر ہوا جن کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے جینٹھڑے پلٹے ہوتے ہیں اور اونٹ اور بیل کی طرح چرتے ہیں۔ فریغ اور زقوم یعنی کانٹے اور جنم کے پتھر کھا رہے ہیں آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جس جبریل امین نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جن کے سامنے ایک بانڈی میں پکا ہوا گوشت اور ایک بانڈی میں کچا گوشت سڑا ہوا رکھا ہے اور یہ لوگ سڑا ہوا کچا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ نے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جس جبریل امین نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورتیں موجود ہیں مگر وہ زانیہ اور فاحشہ کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں۔ اور صبح تک اسی کے پاس رہتے ہیں یا آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار مرد کے ساتھ رات گزارتی ہے۔ پھر آپ کا ایک ایسی لکڑی پر گذر ہوا کہ جو سر راہ واقع ہے اور جو پھراؤ کوئی چیمبراس کے پاس سے گذرتی ہے اس کو پھراؤ والی ہے۔ آپ نے جس جبریل امین سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت میں ان لوگوں کی مثال ہے جو راستہ میں بھپ کر بیٹھ جاتے ہیں اور راہ سے گذرنے والوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔

پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا بھاری گٹھ جمع کر رکھا ہے اور اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر لکڑیاں لا لاکر اس میں اور زیادہ کرتا ہوتا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جس جبریل امین نے بتایا کہ یہ

آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس پر حقوق اور باتوں کا بار گرا ہے کہ جس کو وہ ادا نہیں کر سکتا اس کے باوجود اور پوچھا اپنے اوجہ لادتا جاتا ہے، پھر آپ کا ایک اور قوم پر گذر ہوا کہ جن کی زبانیں اور لبیں لوہے کی تھیں سے کالی جا رہی ہیں اور جب کھٹ جاتی ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح و سالم ہو جاتی ہیں اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جس جبریل امین نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے خلیب اور محافظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے۔ (سیرت مصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۲) آپ نے دیکھا؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران سفر عالم مثال میں کیسے کیسے لوگوں کے احوال دکھائے گئے ہیں ایک مرتبہ پھر سے پڑھئے! ایک صاحب اپنے تانبے کے ناخن سے اپنے چہروں کو کھرخچ رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں اور ایک صاحب کو پتھر کھانے پر مجبور کیا گیا ہے یہ سو دکھانے والوں کا حشر ہے۔

غیبت وہ بات ہوتی جو دوسروں کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق اس طرح کہی جائے کہ اگر اس کے سامنے وہ بات ہو تو اس کو بڑھی معلوم ہو۔ بس یہی غیبت ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کے ناخنوں کو تانبے کا کرکے ان سے اپنے چہروں کو کھرخچے برائے مجبور کیا گیا ہے۔

کتنی اذی اور بے فائدہ یہ حرکت ہے انسان کی، جس کی کتنی دردناک سزا جھکتے پر اس کو مجبور ہونا پڑا ہے اور آج بھی بدصبر نظر اٹھا کر دیکھئے۔ جس مجلس میں پلے جائے، جن دن دو چار آدمیوں کو بات کرتے دیکھئے، جن چند عورتوں کو ایک مجلس میں بچ کر بیٹھے تقریباً ہاں

کہ وہاں غیبیوں کی عام اور خطرناک و بادی بکھنے سکنے میں نہ آجائے۔

سو دیکو دبا مسلمانوں میں خدا کا شکر ہے کہ عام نہیں لیکن اس وقت کے بینک سٹم میں سو کالین بین ہے اور مسلمان وہاں پیسے کھتا ہے یا کبھی رکھنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن وہاں سے سو کی جو رقم ملتی ہے اس کو لینے اور ذاتی مصرف میں خرچ کرنے پر کوئی مجبور نہیں دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض مسلمان خود ساختہ تاؤ ولت کے ذریعہ اس کو جائز کر کے آسے کھاتے ہیں۔ یاد رکھئے وہ قطعاً ناجائز ہے۔ قطعاً حرام ہے۔ اپنے معاشرہ میں سو خوردی کی بنیادی سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے اس کو تاملت کیجئے یا اس کو چھپا کر کھائیے۔ حساب و کتاب اور حفاظت اعمال کے خدائی نظام سے بچنا کسی طرح ممکن نہ ہو گا۔

جس قوم کے سر پرستے پکے جا رہے ہیں اور یہ عمل مسلسل ہو رہا ہے۔ خدا معلوم کب تک ہوتا رہے گا۔ یہ فرض نمازوں سے غفلت دکا ہلی کا معاملہ کرنے والے لوگ ہیں بے نمازی نہیں نمازی ہاں۔ لیکن نمازیں کا ہلی کرتے ہیں جن کی اس ہیبت ناک سزا کا نظارہ ہے ذرا سوچئے! پھر جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں ان کا حشر کیا ہو گا؟ کیا ہے کسی میں ہیبت اس سزا کو بھگت لینے کی؟ نہیں اور ہرگز نہیں! تو بھائی پھر نماز پڑھیے، پابندی سے پڑھیے، دل نکا کر پڑھیے، دنیا کا برس سے بڑا نقصان کر کے پڑھیے۔ تکلیف اٹھا کر پڑھیے، دل چاہے تو پڑھیے، نہ چاہے تو پڑھیے۔ دل لگے تو پڑھیے، نہ لگے تو پڑھیے، حرج کو کر کے پڑھیے، ہاتھ سے پڑھیے، اور ہر حال میں پڑھیے۔ آپ پیدا ہوئے بالغ ہوئے، صاحب عقل ہوئے، کوئی شرعی عمل نہیں تو اب نماز پڑھے بغیر کوئی چارہ نہیں فرض سمجھ کر پڑھیے، ہیبت بڑی عبادت سمجھ کر پڑھیے، رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھ کر پڑھیے۔ آخرت کا بہترین ذخیرہ سمجھ کر پڑھیے، تباہ کار عمارتوں میں گر کر ہلاک ہونے سے بچنے کے لئے پڑھیے، دنیا کے سارے کاموں میں برکت پیدا کرنے کے لئے پڑھیے، اپنی صحت کے لئے پڑھیے، بر سکون زندگی کے لئے پڑھیے، کوئی ایک مقصد پیش نظر ہو یا سب ہوں یا کوئی بھی نہ ہو یہ تو خدا کا حکم ہے اس کو بجالانا ہی ہے۔ اس کو ساری زندگی گزارنا ہے جب تک جان میں جان ہے نماز پڑھنا ہے۔ یہ ہے ہملا اسلامی عزم لے اللہ! تو ہم سب مسلمانوں کو ایسا عزم کئے اور اس پر قائم رہنے کی تلقین عطا فرما۔

اسی سفر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دینے والوں کی حالت کا معائنہ کرایا گیا جسے آپ نے بھی دیکھا، شرمناک ہوں پر حشر طے پٹیے ہوئے جہنم کے کائناتے اور پتھر کھانے پر مجبور کئے گئے ہیں۔ زکوٰۃ تو انھیں اہل سرمایہ پر واجب ہوتی ہے جن کی تمام ضروریات پوری ہونے کے بعد ایک خاص معتد بہ مقدار میں سرمایہ بچ رہے اور اس پر ایک سال مکمل گذر بھی جائے۔ تو ڈھائی فیصد اس سے نکال کر خدا کے حکم کے مطابق اس کو خرچ کرنا ہے، بتلینے یا کیا مجبوری ہے؟ تمام ضرورتیں پوری ہوئیں۔ پیچھے ہوئے مال پر سال گذر گیا، مال کی ایک معمول مقدار ہے جو تمام اصلی ضرورتوں سے فارغ ہے اس میں سے خدا کے قانون کے مطابق تھوڑا سا پیسہ خرچ کر دینے میں کیوں جان نکلتی ہے؟ آخر خدا جینے تو آپ کو دیا ہے، اور خدا ہی جب تک چاہے وہ آپ کے پاس ہے، اور جب نہ چاہے محو اور سکندوں میں وہ آپ کے پاس سے جاسکتا ہے کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے دولت کو اس طرح جانے نہیں دیکھا؟

کالوں سے نہیں سنا؟ خدا کے خوف سے درناک عذاب سے بچنے کے سر کے چلنے جانے کے اندیشے سے، اس مال کو آگ کا شعلہ بنا کر رسول کو داغے جانے کے خوف سے زکوٰۃ کیجئے

مال میں برکت کیلئے، مال کی حفاظت کے لئے، مال کی زیادتی کیلئے، آخرت کے عظیم الشان ذخیرہ کے لئے اپنے غریب بھائیوں کی ہمدردی کیلئے، دنیا و آخرت کی عزت کیلئے خدا کا پیارا بننے کیلئے، روزِ محشر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق بننے کیلئے مالوں کی زکوٰۃ دیجئے، دل کھول کر دیجئے، مکمل حساب کر کے دیجئے۔ مال کا باقاعدہ حساب کئے بغیر زکوٰۃ کے نام پر چند ٹکے خرچ کر دینے کا نام زکوٰۃ نہ رکھئے اس سے پورے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

سفرِ عراج میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوم کا معائنہ بھی کرایا گیا جو اپنے پاس کے پکے ہوئے پاک و صاف گوشت کو چھوڑ کر کچا مٹھا ہوا گوشت کھا رہے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال و پاکیزہ بیویوں کو چھوڑ کر فاحشہ زانیہ، بدکار جوڑیوں کے ساتھ رات گزارتے ہیں۔ یا وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال و پاکیزہ شوہروں کو چھوڑ کر زانی مردوں کے ساتھ رات گزارتی ہیں ان کو خدا کی بارگاہ سے جس دردناک عذاب کا حکم صادر ہو گا اور جسے انھیں بھگتنا ہو گا وہ الگ سے عالم مثال میں ان کی مثال اور نہیں ہوتی صورت یہ ہے کہ کچا اور مٹھا ہوا گوشت کھانے پر مجبور کئے جا رہے ہیں، کتنی بھیا تک ہے یہ تصور اور کتنا لرزاؤینے والا ہے یہ منظر!

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ہر قسم کی بے حیائی سے محفوظ رکھئے۔ اس کے بعد کہ جو مناظر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معائنہ میں لائے گئے ان کو ایک مرتبہ پھر سے پڑھ لیجئے اور ان سے عبرت حاصل کیجئے، یہ وحشت ناک مناظر آپ کو اس لئے دکھائے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے اسی لئے تو ان کو دکھایا ہے کہ یہ ہمارے لئے درس عبرت نہیں اور ہم اپنی کوتاہیوں، بد اعمالیوں اور بد کرداریوں والی غفلت شمار زندگی میں کسی صالح انقلاب کی منکر کریں اور ایک اسلامی دایمانی زندگی کا جذبہ پیدا ہو۔

(ماخوذ از نوادرات سیرت)

## مولانا محمد رضوان ندوی کی موت فرصت خندہ لبی تھی اتنی!

مولانا محمد علاء الدین ندوی

یہ دنیا کھیل ہے اور کھیل بھی ہے جند محلوں کا  
نظر جو کچھ بھی آتا ہے اسے خواب گراں سمجھو

نہیں ہوتا گھڑی گھڑی کا حساب اللہ کے نظام میں طے شدہ ہے۔ یہاں ہمارا عہدیت ہم سے یہی تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر کے قدرت کے اہل فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

مولانا رضوان ہر جگہ والے کی طرح مقررہ وقت پر گئے زندگی کی جو سانسیں لے کر وہ دنیا میں آئے تھے دنیا کی کوئی جاہت کوئی طاقت اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتی تھی۔ ماسشاء اللہ کان، و مالمششاء لکھو لیکن، و ذلک تقدیر العزیز العظیم، و اننا لله و اننا الیہ راجعون!

مولانا محمد رضوان ندوی نے بڑی عجلت پسند طبیعت اور مضطرب مزاج پایا تھا وہ ملاؤں کا کام سالوں میں اور سالوں کا کام ہینٹوں میں کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ان کی عجلت پسند طبیعت نے سفرِ آخرت میں بھی اپنا اثر دکھائی ہماری مادی نگاہیں اور محدود عقل تو کہتی ہے کہ جس عظیم کام کا بیڑا انھوں نے اٹھایا تھا اس کی تکمیل کے لئے اور جہلت چاہئے تھی۔ مگر حکیم مطلق کا منشاء ہوا کہ نتائج و ثمرات کے ظہور سے پہلے انھیں بلا لیا جائے اور باغِ رضوان کا سنگین بنا دیا جائے۔

حرکت و فعالیت، مالی ہمتی و بلند حوصلگی سرگرمی و گرم جوشی، جہد مسلسل و عمل بہیم منظر بانہ آن بان، دعوتی دڈ بھاگ، ہر لمحہ رداں رداں اور زندگی کی مانند جواں، محنت، لگن، خدمت اور ہمدردی جیسی خوبیوں کی گندھاوٹ سے جس شخص کا خمیر تیار ہوا تھا اس کا نام تھا مولانا محمد رضوان ندوی۔ اب مولانا رضوان کبھی نظر نہ آئیں گے۔ اب وہ وہاں ہیں جہاں ہر ذی روح کو جاننا ہے، منکر ہماری آنکھوں کو اعتبار اور تسلیم کو یقین نہیں آتا کہ کیا واقعی وہ ہم میں نہیں ہیں۔ اس لئے بھی کہ ان کی صحت و قوت، ان کا چاق و چوبند وجود، انکی ہمد وقت کی بھاگ دوڑ میں کہیں اندیشوں کی شاہدہ دور دور تک نظر نہیں آتا تھا۔

دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا رضوان بیل بھر میں دارالعلوم کے جہان خانے اور گیت کے درمیان دوڑتے بھاگتے یا کسی اور سمت سے نمودار ہوتے نظر آجائیں گے۔ مگر ہماری نگاہ و قلم اور عقل و منکر کو اعتبار بھی نہ آئے تو اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ تندرست کے اہل فیصلے ہماری خواہشات، قیاسات اور آرزوں و تمنائوں کے محور پر گردش نہیں کرتے، ہم بہت ہی محدود زاویے سے سوچتے ہیں ہمیں وسیع کائنات کے نظام کو کنٹرول کرنے والی ذات کی یکیمانہ منصوبہ بندی اور حکم تدبیر کا ادراک

تمنا میں ہلاکتوں کی بے یمن نصرت ہستی  
انامت کے لادے ہیں مگر حالت سفر کی ہے  
دنیا میں لوگ مرتے ہی رہتے ہیں مگر مرتے  
کا قرینہ ہر ایک کو نہیں آتا۔ انسان کی آمد و رفت  
سلسلہ اتارنے آفرینش سے جاری ہے مگر ہر نبولے  
تھے انسان سے نہ ہر خطا پر ہوتا ہے نہ ہر جانے  
والے کے کسی خلا کا احساس ہوتا ہے، مگر اہل علم  
کی موت علم کے کئی مستونوں کو گرا دیتی ہے۔  
علیہ الدین حق و صداقت جب میدان چھوڑ جاتے  
میں تو ملتوں کشش کی احساس پیشگی آتا رہتا ہے۔  
مولانا رضوان نے اپنی انتھک جہد جہد  
سے علم دین کا ایک بر بہار گلشن قائم کیا تھا۔ وہ  
میدان دعوت میں مجتہد ہارے جو کر گزرنا چاہتے  
تھے، انھوں نے بڑی اہم اور نازک ذمہ داریاں اپنے  
کندھوں پر بڑا لگتی تھیں وہ تعلیم نسواں کے محاذ  
پر کھڑے تھے۔ وہ آئیگنیوں کو ذیور علم و عمل اور دین  
و اخلاق کے بادیہ و تکین سے آراستہ کر دینا چاہتے  
تھے، بجا طور پر انھوں نے معاشرہ کی اس اکال سے  
(صنف نازک) کے کردار و دور رس اثرات کو  
اہمیت کا ادراک کیا تھا۔ اور اس کے لئے انھوں  
نے اپنی صلاحیتوں کا پورا اثاثہ اس کی راہ میں  
لٹا دیا۔ جس عمت دگن اور دھجی سے وہ مسلم  
بچیوں کی علمی و دینی اٹھان کے لئے کام کر رہے تھے  
اس کی مثالیں کم لگتی ہیں آج جبکہ خود مسلمی مراکز  
اور تعلیمی ادارے علمی طعنا سے آگے بڑھ کر علم و  
عمل کا جہاں تازہ پیدا کرنے کا حوصلہ نہیں  
پاتے، مولانا رضوان ارباب منکر و نظر اور  
اصحاب علم و بصیرت کے تجربوں سے فائدہ اٹھاتے  
رہتے تھے۔ وہ انہیں جامعہ المؤمنات لے جاتے  
ان کے درس کا اہتمام کرتے، ایسے اتفاقات رقم  
کے ساتھ بھی ہمیش آگے قانون کی تربیت یافتہ  
طلبات کی عبارت خوانی، مخمور اور قواعد

کے فہم و شعور اور معقول علمی سوالات سن کر متاثر بھی ہوا۔ اور معلم کی کرد و کار و کش کا اندازہ بھی کیا۔ افسوس کہ آج ان کی دوڑ بھاگ اور تکرار عمل کا محور جامعہ المنونہ سوگوار ہے۔

ہم سبق ہونے کے ناطے مولانا رضوان کو قریب سے دیکھا اور پرکھا۔ وہ ہمارے درجہ کے چیدہ اور ممتاز طلباء میں تھے، ہم درس ہونے کے باوجود ان کی علمی سطح ہم سے آگے تھی جو کتنا میں سالہا سال بعد مجھے مطالعے میں آئیں ان سے وہ پہلے ہی گذر چکے تھے۔ حافظ قرآن تھے اس لئے عربی زبان و ادب کے اچھے اقتباسات آسانی کے ساتھ رکھ لیتے تھے، خارج میں مولانا سید محمد واضح رشید صاحب دایم طلبہ سے النشاء عربی کی اصلاح لیا کرتے تھے، عالیت کے بعد ہی وہ جامعہ اسلامیہ چلے گئے تھے، جہاں ان کے تنگ دود اور رسمی عمل کی نئی راہیں نکل آئی تھیں۔

بظاہر وہ دل کے صاف، کینہ پرست سے دور ملنسار، ہمدرد خوش خلق، متواضع اور خدمت یاران کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے، میں نے کچھ سالہ دور میں کبھی بھی انھیں غصہ کرتے نہیں دیکھا، وہ اپنے رفقاء میں اکثر "موضوع سخن" بن جایا کرتے، مگر برہی کا اظہار کبھی نہ کرتے، اصل یہ ہے کہ ان کی ذات میں نوناز سادگی کا ایک سین رچاؤ تھا۔

مادر علمی سے گہری وابستگی کا زریں موقع جتنا ان کو ملان کے محققوں میں سے کم ہی لوگوں کے حصہ میں آیا ہوگا۔ انھوں نے ضابطہ کی تعلیمی مدت ہی پوری نہیں کی بلکہ تا دم ترست ندوۃ العلماء کے اکابر و اساتذہ سے وابستہ رہے، انھوں نے انکی چاہتیں بھی سمیٹیں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مظلوم کی نوازشوں سے حصہ بھی پایا۔ وہ اپنے مقصد کی راہ میں بے خطر کودنے کے مہادی تھے، مگر ان کا کوئی قدم بڑوں کے شعوروں کے بغیر

نہیں اٹھاتا تھا۔ انھوں نے منزل کا یقین تو کر لیا تھا مگر اس منزل کی سمت سفر کرتے ہوئے "مشورہ بزرگان" ان کے ہم رکاب ہوتا تھا۔ شاہان کی سے بڑے یہی خصوصیت تھی کہ انھیں اپنے بڑوں کا مکمل اعتماد حاصل رہا۔

وہ محض گفتار کے غازی نہ تھے، بلکہ کردار کے سپاہی تھے، ان میں جرأت و نڈرت کی بھی بولباس تھی حجاز اور فلسطینی ممالک کے "مضانی اسفار" میں "مصلح" اور خوف و "خطر" کی وجہ سے جب محصلین مدارس کے جموں پر "لباس ہندی" کی جگہ لباس عربی یا انگریزی بولانا نظر آنے لگتا، مولانا رضوان دہی وغیرہ میں ہمیشہ شیروانی ہی میں گردش کرتے نظر آتے۔ اپنے کام سے لگن نے انھیں موقع شناسی کا گڑھی سکھایا تھا۔ ان میں سخت دلوں کو رام کر کے مقصد براری کی صلاحیت بھی تھی۔

چودھویں صدی ہجری اختتام پذیر تھی۔ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ کا ماہ و سال تھا کہ حضرت مولانا طلحہ الاعالیٰ کا حجاز کا سفر ہوا۔ رفاقت مولانا عبداللہ حسنی ندوی کو حاصل تھی۔ پھر بحرم الحرام عین نماز فجر کے بعد حرم شریف میں تہودیت کے اعلان عام نے وہ فتنہ و شورش برپا کیا کہ دو ہفتے تک حرم کو قبضہ جنگ بنا رہا، یوں برادرم مولانا عبداللہ حسنی ندوی عمرہ ادا کئے بغیر ہندوستان آگئے۔ حضرت مولانا کا دوبارہ سفر ماہ رجب ۱۴۰۰ھ میں ہوا تو یہی وہ وقت تھا جب ہم طلباء کو جامعہ اسلامیہ جانا تھا۔

میرے چچے سامعی دو ہفتہ قبل چائیکے تھے حضرت مولانا دامت برکاتہم نے راقم سے فرمایا تم میرے ساتھ سفر کرو گے، اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو مولانا رضوان لہذا شوق اپنے انداز سے بھاگے بھاگے ملنے آئے تو میری ضروری کارروائی کی بابت حضرت مولانا نے انھیں سے فرمایا۔ عالم عربی کے آنیٹھیل مزاج اور ان کے "بکرہ" سے جو لوگ واقف ہیں وہ

جانتے ہیں کہ بکرہ "یکے زبانی فاصلے بڑھا تلے اور منٹوں کا کام کئی کئی دنوں میں نہیں ہو پاتا۔ مگر مولانا رضوان تھے ایک ہی دن کی دوڑ بھاگ میں اول تا آخر سارا کام نبھانے۔

اپنے کام کی لگن اور مقصد براری کی دھن نے انھیں بے خطر کودنے کا حوصلہ بخش دیا تھا۔ احتیاط و عواقب و نتائج پر نظر اچھی عادت ہے۔ مگر وہ احتیاط جو نیک مقاصد کے حصول میں رکاوٹ کھڑی کر دے بزدلی ہے۔ مولانا رضوان ایسی کسی بزدلی سے نا آشنا تھے۔

ان کی ہم جو اور خطر پسند طبیعت کا ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ جامعہ اسلامیہ کی طالب علمی کے زمانہ میں انھوں نے ایک سیکنڈ ہینڈ کار خرید لی تھی اور وہیں ڈرائیونگ بھی سیکھ لی تھی، عموماً یہ نوآموز زیر تربیت ڈرائیور ہم ندوی رفقاء کے لئے اپنی گاڑی کا دروازہ نہ صرف یہ کہ ہم وقت کھلا رکھتا بلکہ "پیش کش" بھی کرتا۔ مگر لوگ جیسے کہ طرح دیتے جاتے۔ بعض ظرافت پسند رفقاء کا معاملہ تو یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ جہاں دیکھا کہ رضوان صاحب کی گاڑی سڑک پر نظر آرہی ہے تیزی سے یہ کہتے ہوتے فٹ پاتھ پر آجاتے کہ "بھاگو بھاگو رضوان صاحب کی گاڑی آرہی ہے" اور رضوان صاحب تھے کہ فاتحانہ انداز سے ہارنے دیتے گاڑی آگے بڑھا لیتے۔

اور ایک جمعہ کو ایسا ہوا کہ ہم متعدد رفقاء ان کے کمرے میں آدھکے وہ شہر کے ہاسٹل میں رہتے تھے اور راقم جامعہ کے کمپس میں جمعہ کی اذان ہونے میں ابھی خاصا وقت تھا، مگر ہم کھڑے ہوئے میں اگلی صفوں میں جگہ لینے کے لئے جلد پہنچ جایا کرتے تھے۔ ابھی اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ مولانا رضوان نے ہم سے سرگوشی کے انداز میں کہا "علاء الدین بھائی رکو ہم گاڑی سے لے چلیں گے" اور پھر ان کی گاڑی

(باقی ص ۲۱ پر)

# اسلام قبول کرنے پر کھان کی پوربھری

نو مسلم محمد ویلفریڈ کے تاثرات

ترجمہ: صالح سلیمان

میری زندگی ایک ہی راستہ پر گامزن تھی، اس میں نہ کوئی نیابن تھا اور نہ ہی تبدیلی سوائے اس کے کہ میری بیوی کو کسی فلسطینی ملک میں کام کرنے کا موقع ملا، میں اپنی اولاد کے ساتھ فلپائن میں مقیم رہا۔ چند سالوں کے بعد میں اپنی بیوی کے اندر بعض تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا، مثلاً معاملات میں احتیاط اور اخلاقیات کی بلندی اور بعض نئے رجحانات جو پہلے ان کے اندر نہیں تھے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنا دین ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے، انھوں نے مجھ سے کہا:

"ان ملکوں میں جہاں میں کام کرتی ہو، مسلمانوں کی اسلامی زندگی خود کھینچ کر میں بہت متاثر ہوئی، پھر میں نے اسلام کا مطالعہ کیا، اور اسلام کا مطالعہ کرتی گئی اور اسلامی تعلیمات مجھے اپنی طرف کھینچتی گئیں۔ یہاں تک کہ میں نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا"

شروع میں میری بیوی نے صرف اپنے اسلام پر اکتفا کیا، اور میری نفسانی زندگی کے بارے میں مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی اور اسلام قبول کرنے کا مجھ سے مطالبہ بھی نہیں کیا۔ بس جو بات انھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ اسلام

مسلمان نہ ہو۔ اور مجھ کو اس پریشان کن موقف سے ان اسفار نے نکالا جو ان کو دوسرے ملکوں کے کام کے سلسلہ میں کرنے پڑتے تھے، کام کی مدت ختم کر کے فلپائن واپس آئیں تو میں خود ملازمت کے سلسلہ میں مملکت عربیہ بیلا گیا اور اس طرح علامت کی برقرار رہی، اور طلاق کی نوبت نہیں آئی۔ میں کیتھولک نصرانی تھا۔ اور میں اپنا دین اس تعصب کی بنیاد پر نہیں بدلتا چاہتا تھا جس نے اسلام کی طرف اتنا سب سے شرمناک رنگ سے روک رکھا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہ کھلنے کے بعد میں اس عظیم دین کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ اور تعصب کی فصد سے ہتھیار ڈال دیا۔

## لااکراہ فی الدین

میرے سفر کرنے کے بعد میری بیوی مجھے خطوط بھیجتی رہیں اور فون پر گفتگو کرتے رہیں۔ اور ان کا مطالبہ تھا کہ میں اسلام قبول کروں۔ اور یہ بھی مطالبہ تھا کہ میں اسلام کا مطالعہ کروں اور اسلام اور جس دین پر میں ہوں اس کا موازنہ کروں، انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ انتظار تو کریں گے۔ مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہیں کریں گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت سے سرفراز کر دے انھوں نے مجھ سے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ ان کی خواہش ہے کہ میں اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوں نہ کہ زبردستی یا دباؤ کے نتیجہ میں اور اس عظیم آیت کا تذکرہ کیا "لااکراہ فی الدین" یہ آیت میں نے اتنی بارسنی کہ میں اس کو خود بخود سمجھ گیا اس کے معانی میں غور و فکر کرنے لگا۔ اس

(باقی ص ۲۰ پر)

اس آیت سے مجھے اطمینان ہوا کہ اسلام بغیر رضامندی کے کسی کو قبول نہیں کرتا اور اسلام قبول کرنے پر مسلمان کسی کو مجبور نہیں کرتے ہیں، اسلام کے بارے میں میں اور میرے علاوہ بہت سے لوگ یہ تصور کرتے تھے کہ مسلمان لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں، اور اسلام کی یہی تعلیمات ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ میری بیوی کے اسلام قبول کرنے سے ہی میرے لئے ہدایت و نجات کی طلب کا دروازہ کھل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ میری بیوی نے ایمان کی حلاوت پائی تھی، اور اس بات سے واقف ہو گئی تھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کہ خاتم الانبیاء والرسول ہیں دین کی اتباع ہی ہلاکت و مگراری سے نکالنے والی ہے میں ابھی متکروں اور مطالعہ و مشاہدہ کے باعث اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کے ہی مرحلہ میں تھا۔ اور میں اس دوران ملک غریبہ ہی میں رہا۔ میری بیوی کی جانب سے مجھے مزید خطوط ملے اور اس دوران دو سال کے وقفہ میں میں نے اپنی بیوی کو اپنے اسلام قبول کرنے کی نیت کے بارے میں باخبر کیا اور اس راستہ میں سے وعدہ کیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی نیا وطن کا سفر کروں گا۔

یہ کہتے ہوئے محمد و یوسف مغلوب ہو جاتے ہیں اور گلوں سے آواز میں کہتے ہیں، لیکن میرے اسلام قبول کرنے کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے سے پہلے ہی میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔

میں نے اسلام دین سے قبول کیا، یہ سب کیسے پیش آیا اور میں کب اسلام لایا یا تقریباً دو ماہ ہوئے میں نے اپنی چچی گزارنے کے لئے نیا وطن کے سفر کا ارادہ کیا، اور سفر سے کچھ دن

پہلے ہی مجھے اپنی بیوی کی بیماری اور اسپتال میں بھرنی (ADMIT) ہونے کی اطلاع ملنے اور مجھے معلوم تھا کہ انھیں شکر اور تنفس کے شکایت ہے اور ان دنوں میں اسلام سے مکمل طور پر مطمئن ہو چکا تھا، اور عملاً اس دین حنیف سے نسبت کرنے کے بارے میں طے کر چکا تھا اور اپنے اسلام کا بھی اعلان کر دیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور کفر و ضلالت کی زندگی کو ہمیشہ ہمیش کے لئے نکال پھینکا۔ تاکہ ایمان و یقین اور دین کی سعادت حاصل کر سکوں۔

جب میں نے سفر کرنے اور اپنی بیوی کو اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتانے کا ارادہ کیا تو اسی دوران ان کی وفات کی خبر مجھے موصول ہوئی۔ میں ان کو اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع کر سکاں کی دلی تمنا پوری کرنے کی سرت نہ حاصل کر سکا اس پر مجھے بڑا رنج ہوا۔ میرے اپنے اندر ایسا غم اور آنسوؤں محسوس کر رہا ہوں جو صرف بیوی کے جدا ہونے ہی کا نہیں ہے بلکہ مجھے یہ غم بھی ہے کہ انھیں میرے اسلام قبول کرنے کا علم نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ انھوں

ہم نے مجھے بہت نصیحتیں کی تھیں۔ اور میرے سامنے اسلامی دعوت پیش کی تھی، اور اس سلسلہ میں ۱۲ سال کی مدت تک صبر کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میری یہ خواہش تھی کہ انھیں اس کا علم ہو جاتا کہ ان کی کوششیں ان کا صبر ضائع نہیں ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اور مجھے بھی اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی، میں اللہ کا ہر حال میں بہت زیادہ شکر ادا کرتا ہوں۔

میری بیوی کی تمنا تھی کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ صاف ستھری اور سچی اسلامی زندگی گزاریں لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ**۔

اب میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اور ہر نماز میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں اور دار الخالدہ میں مجھ کو میری بیوی کے ساتھ جمع کرے۔

(القیہ) فرصت خندہ لہجے تھے اتنے!

ہمیں لے کر جیل دی، عام شاہراہ سے ہو کر جب ہم گلی میں داخل ہو کر مسجد نبوی سے قریب تر ہونے کی کوشش کر رہے تھے، جہاں گاڑیاں کم اور پیدل چلنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہی میں ایک مصری اپنے لڑکے کی انگلی پکڑے کشاں کشاں چلا جا رہا تھا اور رضوان صاحب کی کار میں لے ہوئے۔ آگے بڑھ رہی تھی کہ یکایک گاڑی کا اگلا دایاں حصہ ایک ذرا سی غفلت سے اس مصری کی پشت کو چھو گیا، اور وہ تھا کہ ہاتھوں کے بل زمین پر جا گرا۔ پھل ہوا تیزی سے اٹھا اور ساتھ ہی میں اس کا ہاتھ بھی اٹھ گیا مگر عفواً عفواً، معدودہ یا شیخ، سا معنی واللہ اخطات کے تکرار اور بیچ بچاؤ کرانے والوں کے ہجوم نے معاملہ کو رفع دفع کر دیا۔

یہی وہ ہم سچ اور خطر پسند طبیعت تھی جو ان کے کام آگئی۔ اسی طبعی مزاج کے بل بوتے پر انھوں نے تھوڑی مدت میں وہ سب کچھ کر دکھایا جو بڑی بڑی قد آور شخصیتوں سے مدتوں میں بھی انجام نہیں پاتا۔ یہی خوبی ہمیں نہ کہیں ضروران کے جان دینے کی ادا میں بیہماں ہوگی، گمان غالب یہ ہے کہ جان دینے کی یہ ادا بھی قدرت کو بیماری لگی ہوگی۔ اور عجب نہیں کہ اپنے آخری سفر کے لئے جس گلزار چہرے اور راتے رنگین کا نذرانہ لے کر وہ روانہ ہوئے۔ وہ خدا کے میزان عدل میں شہادت مقدس "تو بار با جائے، اور ان کے حسنات کے پلڑے کو یکسر جھبکا دے اللہم اغفر لہ وارزقہ رضوانک، واسکنہ فسیح جناتک، آمین،

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س۔ قادیانیوں کا ذبح حرام ہے یا حلال؟  
ج۔ قادیانیوں کا ذبح حرام اور مرد اسے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

س۔ فحری سنت جو کہ چھوٹ گئی ہے کیا فجر کی فرض نماز کے بعد فوراً پڑھنا مکروہ ہے؟  
ج۔ ہاں فوراً پڑھنا مکروہ ہے۔

س۔ کیا میں زکوٰۃ کے سب سے بڑے مسوا کرتیم اور بے سہارا بچوں کو دے سکتا ہوں نیز سلائی بھی زکوٰۃ کی رقم سے کیا دے سکتا ہوں؟  
ج۔ دے سکتے ہیں سلائی بھی زکوٰۃ کی رقم سے دے سکتے ہیں۔

س۔ جب مؤذن تجھ پر کہتا ہے تو بعض نمازی ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل ملتی ہے یا نہیں؟  
ج۔ نماز شروع کرنے سے پہلے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی کوئی اصل نہیں ملتی ہے۔

س۔ بغیر اڑھی والا اذان اور اقامت کہہ سکتے ہیں؟  
ج۔ ڈاڑھی منڈانے والے کی اذان اور اقامت دیندار آدمی کی..... ہو جو دگی میں مکروہ ہے لہذا ایسے شخص کو مؤذن بنانا مکروہ ہے۔

س۔ دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے بجز کسی جاگی یا نہیں؟  
ج۔ نماز میں بھولنے سے تین رکعتیں ہوئیں لہذا اب ان کو دوبارہ ادا کرنا ہے؟

س۔ صورت مسوڑ میں بلا تاخیر نماز شروع کرے تو دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور  
س۔ رکوع میں کس حالت میں ہونا چاہئے؟  
ج۔ رکوع کی حالت میں سر کو پیٹھ کے برابر رکھنا چاہئے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا چاہئے ایسا کرنا سنون ہے۔

س۔ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں کس جگہ نظر رکھنا چاہئے؟  
ج۔ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نظر ہونا چاہئے ایسا کرنا سجدہ ہے۔

س۔ چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورہ بقرہ پڑھ لیں؟  
ج۔ مذکورہ صورت میں سجدہ سہولام نہیں ہے۔  
س۔ جمعہ اور عیدین کے خطبوں کے درمیان جگہ نہ کرے تو کیا کوئی حرج ہے؟  
ج۔ قصداً جگہ نہ کرنا مکروہ ہے۔  
س۔ رمضان میں جو نماز عشا پڑھنا ہے وہی وتر پڑھنا ہے۔ کیا دو سرا وتر نہیں پڑھا سکتا ہے؟  
ج۔ جو فرض پڑھنا ہے وہی وتر پڑھنا ہے یہ بہتر ہے ضروری نہیں۔  
س۔ کیا تیمم کے لئے قبلہ رو ہونا مستحب ہے؟  
ج۔ ہاں تیمم کے لئے قبلہ رو ہونا مستحب ہے۔  
س۔ کیا تیمم میں سج کا بار بار کرنا مکروہ ہے؟  
ج۔ ہاں تیمم کے لئے سج کا بار بار کرنا مکروہ ہے؟

آہ ابو عبد السلام!

تمہیں یاد کریں یا آنسو ہاتھیں ہم

محترم ابو عبد السلام جن کو آج مولانا محمد رضوان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ علیہ قدہ کھنا پڑ رہا ہے وہ ایک عظیم ہستی کے مالک تھے۔ ان کا ساتھ ایک بہت بڑا سانس ہے۔ موت عالم موت العالم کے مصداق ہیں۔ بہت سی دینی خدمات اپنی حیات میں انجام دیتے تھے۔ اور بہت سے مدرسے ان کی زیر سرپرستی چلتے رہے۔ بالخصوص ان کی مساعی قیلیلہ مدرسۃ المؤمنات کے لئے رہیں بڑی جانفشانی و قربانی سے اس کو پروان چڑھا یا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قربانیوں کو قبول فرمائے اور مدرسہ کی حفاظت فرمائے، مزید ترقیات سے نوازے اور حرم کو اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ دے اور کثرت کروٹ چین نصیب فرمائے۔ اور محنت فرا کر اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب کرے (آمین) بسا نکات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کے بچوں کا غیب سے تکفل فرمائے۔ آمین۔

آسمان ان کی گود پر شبنم افشانی کرے  
بسزور دستار اس گھر کی نگہبانی کرے  
والدہ عبد السلام

دعاے مغفرت

یقیناً تمہارا علم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد صاحب شعیب صاحب (کش گج بہار) کا۔ طویل طالت کے بعد ۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء کو انتقال ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔  
مرحوم بڑے نیک اور صوم و صلوة کے پابند تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائے۔  
قارئین کرام سے دعا ہے کہ مغفرت کی درخواست ہے۔

# تمہاری نیکیاں باقی تمہاری خوبیاں زندہ

مولانا محمد رضوان ندوی کی تعزیت میں شہریوں کا جلسہ  
(رپورٹ)

مولانا محمد رضوان صاحب ندوی کے رتھ اندھلیہ کے تعزیتے مجھے بہت سے مہار کے واداروں میں تعزیتے جلسے ہوئے اور دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ ذیل میں لکھنؤ کے شہریوں کے طرف سے ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو سنی انٹر کالج لکھنؤ میں ہونے والے جلسہ تعزیت کے رپورٹ پیش ہے، جو کہ ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و سکون نصیب فرمائے۔ (ادارہ)

مفتی اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جامعہ المومنان کے بانی اور ندوہ کے ایک سرگرم، فعال اور متحرک عالم اور استاذ مولانا محمد رضوان ندوی کی ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو طرک حادثے میں موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ میرے خاندان کے ایک فرد کی حیثیت رکھتے تھے، میرے بہت سے کاموں میں معاون رہتے تھے اور مجھے ان پر بڑا اعتماد تھا اور میں ان کے سعادت مندی سے تقویت محسوس کرتا تھا۔

مولانا علی میاں نے مرحوم مولانا رضوان صاحب کے بارے میں ان تاخرات کا اظہار اپنے ایک بیانیہ بیان کی طرف سے ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب نے انٹر بین اسلاک کونسل یوپی کے زیر اہتمام شہریوں کے ایک تعزیتی جلسے میں بڑھ کر سنایا جو ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو سنی انٹر کالج کے سینا صدیق اکبر ہال میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کی زیر صدارت ہوا۔ مولانا محمد احسان ندوی کی تلاوت سے شروع

اور مولانا محمد رابع صاحب کی دعا پر ختم ہونے والے اس جلسے میں ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے بتایا کہ مولانا علی میاں نے جو عالم اسلام کی آبرو ہیں اور جن کی صحت کے لئے دنیا بھر میں دعاؤں کا سلسلہ چل رہا ہے مجھے بلا کر اپنا پیغام لکھا یا کیونکہ ان کو رضوان صاحب کی اس کم عمری میں اچانک موت کا بے حد صدمہ ہے۔ حالانکہ مولانا کو ڈاکٹروں نے بہت کم بولنے کا مشورہ دے رکھا ہے لیکن پھر بھی مولانا نے اپنا پیغام لکھا یا اور کہا کہ رضوان صاحب ایک ہونہار اور سرگرم انسان تھے جن میں دین کی خدمت کا بروقت جذبہ تھا۔ ان کی خدمات بھی متنوع ہیں اللہ تعالیٰ غیب سے ایسا سامان پیدا کرے کہ جو کام شروع کیا تھا اس کا سلسلہ جاری رہے اور ان کا قائم کردہ تعلیمی ادارہ سرسبز و شاداب رہے۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے پیغام سننے کے بعد کہا کہ حقیقت میں رضوان صاحب کی موت کئی خاندانوں اور مدرسوں کا غم ہے۔ ان کے دینی کام ان کے درجات کی بلندی کے ضامن ہیں ڈاکٹر

صاحب نے صبر و ضبط کے سلسلے میں حضور اکرم کی زندگی کے واقعات کا حوالہ دیا خاص کر آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات کا جب آپ نے ذکر فرمایا تھا کہ میرا دل دھڑکتا ہے آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن زبان بردہ ہی ہے جو اللہ نے بتایا اور کہا کہ وہ سب سے محبت کرتے تھے اور سب کے کام آتے تھے۔ آج ہزاروں بچے دینی تعلیم پا رہے ہیں جس کا فیض ان کو پہنچے گا۔ وہ ایک حافظ اور بہترین قاری تھے، ان میں کی جہاں خواہ کی خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ کسی کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہونا بھی ایک نعمت ہے جو ان کو حاصل ہوئی۔

ناظم جلسہ اور ندوہ کے ایک ممتاز استاد اور مرحوم کے دوست مولانا نذرا حفیظ ندوی نے جلسے کے آغاز میں رضوان صاحب کی زندگی پر مفصل اور جامع انداز میں روشنی ڈالی اور بتایا کہ انھوں نے دولت کلمنہ کے روشن مواقع پر ندوہ میں درس و تدریس کے کام کو ترجیح دی۔ مولانا نذرا حفیظ صاحب نے رضوان صاحب کی ابتدائی تعلیم، مدینہ منورہ میں ان کی تعلیم، عربی زبان پر عبور، حفظ قرآن اور ندوہ کے سابق نائب ناظم قاضی معین اللہ صاحب ندوی کی نظر میں ان کی اہمیت اور ستائش کا ذکر کیا۔ نذرا حفیظ صاحب اپنی زندگی ہوئی آواز میں رضوان مرحوم کی دینی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

جلسہ تعزیت میں کہا گیا کہ رضوان ندوی مرحوم نے اپنی ۴۵ برس کی مختصر عمر میں نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے فروغ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ان میں دین کی خدمت کا کتنا جذبہ تھا، لوگوں کی خدمت کا کتنا جذبہ تھا اور درس و تدریس کی کتنی تڑپ تھی اور خاص طور سے لڑکیاں کی دینی اور عصری تعلیم کے لئے ان کے دل میں

کیا بے چینی تھی اس کا ایک شاندار نمونہ مدرسہ جامعہ المومنان کی شکل میں سامنے آیا جس میں بیسے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین اہتمام ہے اور جس کی عمارت مرحوم کی محنت کی مستقل غازبہ لیکن جیسا کہ بیشتر تقریرین نے کہا کہ وہ اپنی محنت کے نتائج کا سہرہ خود اپنے سر نہیں لیتے تھے بلکہ اس کا کریڈٹ مولانا علی میاں اور مولانا محمد رابع صاحب سمیت اپنے استادوں کو دیتے تھے۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ہر ایک کام اپنا کام سمجھ کر دیتے تھے اور ہر ایک کے کام آنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

صدر جلسہ مولانا محمد رابع صاحب نے بتایا کہ بچپنی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جیوس کی تیار سازی کے سلسلے میں اس کے جنرل سیکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے جن چند ناموں کو تجویز کیا ان میں مولانا محمد رضوان ندوی (مرحوم) کا نام بھی شامل تھا کیونکہ ان کو ایک بے حد فعال انسان قرار دیا گیا تھا۔ وہ دینی اور علمی کام کا بے حد جذبہ رکھتے تھے۔ بہر وقت خدمت کے لئے تیار رہتے تھے اور کام پورا ہو جانے پر اس طرح الگ ہو جاتے تھے جیسے ان کا کوئی دخل ہی نہیں تھا یہ بہت بڑی بات تھی۔ جامعہ المومنان کا قیام ایک کارنامہ تھا۔ ایک مدرسہ قائم کرنے اور اسے چلانے میں کتنی محنت پڑتی ہے یہ وہی جان سکتے ہیں جو مدت چلائے ہیں۔ انھوں نے شہرت کی خواہش کبھی نہیں کی بس ان کو اس کی فکر رہتی تھی کہ ان کے مدرسے میں لوگ بالخصوص لکھنؤ آنے والی متراد دینی شخصیات مدرسہ جائیں اور تقریر کریں، یا درس دیں تاکہ بچیوں کا حوصلہ بڑھے۔ وہ خود بھی بڑے اچھے مدرس تھے، ادب کے اچھے اسناد تھے۔ انھوں نے اپنے مدرسے کی کئی لڑکیوں کو اچھی معلم بنا دیا۔ وہ حدیث، فقہ اور ادب کے اچھے

استاد تھے۔ رضوان صاحب ایسے نقوش چھوڑ گئے جن سے لوگ ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ وہ اخلاص و تقیہ کے جذبے سے کام لیتے تھے۔ کم عمری میں انھوں نے بڑے کام کئے اور وہ ہم سے بے ہوش خدمت کے جذبے سے۔ مولانا رابع نے دعا کی کہ ان کی وفات سے جامعہ المومنان کو ہونے والے نقصان کی تلافی ہو۔

مدرسہ فاروقیہ کورسی کے مہتمم مولانا عبدالحی فاروقی نے حضور اکرم کے چچا حضرت عباس کے حوالے سے کہا کہ مولانا محمد رضوان ندوی بن میں حضور چھوٹے تھے مگر علم میں ہم سے بڑے تھے۔ انھوں نے اپنے مدرسے رضوان ندوی مرحوم کے تعلق کا ذکر کیا۔

بنوٹا کے برادریس سہیل نے جو آجکل ندوہ آئے ہوئے ہیں، رضوان صاحب کی زندگی کے مختلف پہلو بیان کئے اور کہا کہ مدینہ میں جب وہ زیر تعلیم تھے تو دنیا بھر کے تاج کرام کی خدمت میں خاص دلچسپی لیتے تھے اور اسی اثنا میں انھوں نے دنیا کے مختلف عرب ملکوں کی زبان اور اصطلاحات اور کچھ کاربردست مطالب کیا اور ہر ملک کا مقامی زبان پر آسانی بول سکتے تھے۔ ان کی یہ بھی بڑی خوبی تھی کہ مشکل سے مشکل کام کر دیتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں رضوان صاحب کے ساتھ زمانہ طالب علمی سے رہا ہوں اور ہمارا ساتھ ملک اور بیرون ملک میں بہت رہا ہے۔ وہ بہت بولتے تھے اور اپنی معاملات سے لے کر امریکہ کی سیاست تک برطانیان سے گفتگو کرتے تھے۔ ان کے اندر درس و تدریس اور فروغ علم اور دعوت کی زبردست تڑپ تھی اور وہ ایک منہ بھی پٹھنے کے قابل نہیں تھے بے حد متحرک اور فعال انسان تھے۔

جلسہ تعزیت کے ایک دائمی سید فضل احمد ایڈووکیٹ نے شہریوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا

کہ مولانا رضوان نے خود کو شہر سے بھی ہمیشہ وابستہ رکھا اور مختلف تنظیموں اور ان کے معاملات میں دلچسپی لیتے تھے۔ اور اب ہم شہری ان کے ادھورے خوابوں کو پورا کریں گے۔

کونسل کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر سلطان شاہر ہاشمی نے اس موقع پر شکر لے کر کہا کہ مولانا نے اپنے رضوان ندوی مرحوم کو عقیدت کا خراج پیش کیا۔ ان کے والدین اور دیگر پس ماندگان سے اظہارِ بہدردی کیا اور کہا کہ ہم سب ان کے کاموں میں شریک رہیں گے۔ ان میں دین کی خدمت کا بھرپور جذبہ تھا اور ان کے اس جذبے کی جتنی قدر کی جائے کہہ کر لڑکیوں کو دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی جائے اور اس لحاظ سے ان کا جائزہ لیا جائے بڑی اہمیت کا تعلیمی ادارہ ہے جس کی ترقی میں ہم سب ساتھ رہیں گے۔ وہ اپنے میں ایک انجمن تھے ان کی تحریک کو زندہ رکھنا ہے۔

اس موقع پر مرحوم مولانا رضوان کی بعض عبادت ان کے بھائی عرفان صاحب کی بیٹی فائزہ عرفان نے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ البنات (امین آباد) کی طرف سے "مولانا محمد رضوان ندوی" ایک حرکت شخصیت کے عنوان سے ایک کتابچہ جاری کیا جس میں مرحوم کی زندگی کا ایک جامع خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ جلسے میں جو دھری شرف الدین، محمد رفیع صدیقی سابق ایم۔ ایل۔ اے، محمد عثمان غنی، ڈاکٹر قذافی، فاروقی، مرحوم کے والد محمد عثمان عرف اعجاز علی صاحب، کرنل محسن شمس، شاد حسین، امین الدین شجاع الدین، محمد اس صدیقی، سید فضل ایڈووکیٹ، ڈاکٹر سلطان شاہر ہاشمی، محمد مودت خاں اور مرزا محمد سلیم، حکیم خالد یونس بیت شہر کے سزائین، بہت بڑی تعداد میں شریک تھے اور خاصی بڑی تعداد میں خواتین بھی موجود تھیں۔

# خلیفۃ المسلمین کی پانچوں کی پٹوں میں

انتخاب: قاضی عطاء اللہ صدیقی

رمضان کا زمانہ تھا گرمی اپنے شباب پر تھی اور اگلے ہفتہ عید آ رہی تھی جو مسرتوں اور خوشیوں کی نوید ہوا کرتی ہے، دمشق کے بازاروں میں ہر طرف سجاوٹ اور رونق ہی رونق تھی۔ عید کی تیاریاں بڑے زور و شور سے جاری تھیں۔ ذرا، امر کی بیگت بیچ، عزیز و اقارب، شہر کے چھوٹے بڑے خریداری میں مصروف تھے، ہر چھوٹا بڑا نئی نئی پوشائیں خرید رہا تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز کا بچہ محل میں رہتا ہوا داخل ہوا، ماں اپنے منہ کو روٹا ہوا دیکھ کر بے قرار ہو گئی، اٹھا یا بیار کیا، آنسو بونچھے سینے سے لگا یا پھر بوجھا بیٹا کیا بات ہے نہیں کس نے رلا یا کسی دوست نے کچھ کہہ دیا؟ بچہ زور زور سے رونے لگا، ماں نے بے چین ہو کر بچے کو سینے سے لگا لیا۔ میرے من میں نہ کچھ تھی کہ گرمی اپنے زوروں پہ بڑے بڑے بچے بھی روزہ نہیں رکھ رہے ہیں۔ تم نے اپنی کم عمری میں روزہ رکھنا شروع کر دیا شاید تمہیں پیاس لگی ہے۔ بچے نے آنسو بونچھے اور کہا خدا کی قسم امی جان! مجھے پیاس نہیں لگ رہی ہے، نہ روزہ لگ رہا ہے، ماں نے محبت سے بارگاہ تہنہ لگا کر پھر رونے کا کیا سبب ہے؟ دیکھو اگلے ہفتہ عید آ رہی ہے اپنے بابا کے ساتھ عید گاہ جانا وہاں بڑی رونق ہوگی۔ بچہ بولا اسی وجہ سے تو میں روزہ رکھ رہا ہوں کہ اگلے ہفتے عید ہے، میرے سارے دوست ہیرے ہا کے ذریعوں اور ملازموں کے بچے ہیں نئی نئی

زررق برقی پوشائیں پہن کر عید گاہ جائیں گے آپ کہتی ہیں تمہارے کپڑے میں ہاتھ سے دھو دوں گی وہی ہاتھ دھلے ہوئے کپڑے پہن کر عید گاہ جانا دیکھتے دوسرے بچے کتنے اچھے عمدہ کپڑے خرید کر لائے ہیں، مجھے تو ابھی سے خرم آ رہی ہے میں عید گاہ نہیں جاؤں گا، بچہ پھر زور زور سے رونے لگا، ماں کچھ لگی اور خود بھی اشک بار ہو گئی، ماں بیٹا میں سب کچھ منگوا دوں گی اب تم سو جاؤ۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت کا کام کر کے محل میں داخل ہوئے کپڑے اتار کر آرام کرنا ہی چاہتے تھے کہ بیوی نے غلین لہجے میں کہا! امیر المؤمنین میری جان آپ برفدا، اگلے ہفتے عید آ رہی ہے، بچہ نئی پوشاک کے لئے بہت بے چین ہے، ابھی رونے روئے سو یا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سر جھکا کر فرمایا نہیں تو معلوم ہے کہ مجھے تو صرف سو درہم ماہوار ملتے ہیں جس میں کھانے پینے کا گزارا اور ایک ملازم کی تنخواہ بڑی شکل سے پوری ہوتی ہے، کچھ بچے تو کپڑوں کی باری آئے، رہا بیت المال تو وہ صرف غریبوں فقیروں یتیموں اور یتیموں کا حق ہے، میں تو صرف اس کا امین ہوں اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے۔

بیشک میرے سرناج! لیکن بچہ تو ناگھ ہے مذکر رہا ہے، دیکھئے نا بچے کے موٹے موٹے آنسوؤں کے نشان اب تک رخساروں پر موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی فاطمہ

سے کہا! اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کر دو، بچوں کی خوشی پوری ہو جائے گی، فاطمہ نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کر دیئے ہیں بلکہ وہ قیمتی ہار جو میرے والد نے یادگار کے طور پر مجھے دیا تھا، آپ نے وہ بھی جمع کر دیا ہے، اب تو میرے پاس سوائے آپ کی محبت اور فرماں برداری کے کچھ نہیں ہے۔ امیر المؤمنین نے سر جھکا لیا، بڑی دیر تک سوچتے رہے، فاطمہ کو دیکھتے رہے، اپنا بچپن، جوانی، خوش پوشی، نفاست یاد آنے لگی، وہ زمانہ یاد آیا کہ جو لباس ایک دفعہ پہن لیا وہ دوبارہ زیب تن نہیں کیا جس راستے سے گزر جائے وہ راستے گھنٹوں خوشبوؤں سے مکتے رہتے۔ ایک جا نہیں سیکھوں وہاں بڑی رہتی تھیں، سوچتے سوچتے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فاطمہ اپنے ہر دل عزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں۔ کہا امیر المؤمنین مجھے معاف کر دیجئے گا۔ وہ بولے نہیں فاطمہ مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا تھا، پھر بیت المال کے دارو فر کے پاس ایک خط لکھ بیجا، ملازم کو خط دیا اور کہا کہ ابھی یہ خط دارو فر کے پاس لے جاؤ جو کچھ وہ تمہیں دیں احتیاط سے لانا، خط میں لکھا کہ مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیکھتے تھوڑی دیر بعد ملازم خالی ہاتھ آ گیا، فاطمہ کا دل دھککے ہو گیا۔ ملازم خط کے جواب میں ایک خط لایا جس میں لکھا تھا اے خلیفۃ المسلمین آپ کے حکم کی تعمیل میں آنکھوں پر، لیکن کیا آپ کو معلوم ہے اور یہ آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں اور جب یہ یقین نہیں تو پھر غریبوں یتیموں اور یتیموں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز جواب بڑھ کر بے چین ہو گئے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے ساختہ فرمایا اے دارو فر! تم نے مجھے ہلاکت سے بچالیا۔

(باقی ۲۵-۲۶)

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء

# مطالعہ مکتبہ

تبصرے کیے جاسکتے ہیں کہ دونوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: دین حق اور علمائے ربانی مصنف: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی دست قیمت: ۱۰/- روپے

مکتبہ عثمانیہ، مسجد داروہ - رائے بریلی (ا۔ پی۔ انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے اور رسالت و نبوت کا دروازہ ختم المصلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بند ہو جانے کے بعد دعوت و تبلیغ کی اہم ترین ذمہ داری علماء دین پر عائد ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا خاص بنیادی اور مرکزی موضوع تھا۔

- عقیدہ توحید کی دعوت۔
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔
- معاشرہ میں پھیلے ہوئے بگاڑ و فساد کی اصلاح۔

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کے بعد علمائے ربانی اور داعیان حقانی نے ضرورت کے مطابق ہر زمانہ میں تشریح و تفسیر، دعوت و خطابہ، رفقہ و رفقہ، بدعت اور توحید و رسالت کی دعوت و حقیقت کو بڑی وضاحت و طاقت اور عمومیت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

زیر نظر کتاب میں شرک و بدعت اور توحید و رسالت کے فرق اور حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑے اچھے اور سہل انداز میں غلطیوں اور

● محمد شاہ ندوی بارہ جنگوی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی دست برکاتہم نے بیان فرمایا اور اس طرح تشریح فرمائی ہے کہ توحید و رسالت اور شرک و بدعت کے مختلف اور ضروری پہلو سب آگئے ہیں اور ایک مخلص مسلمان کو توحید و رسالت اور شرک و بدعت کی حقیقتوں کو جاننے کی ضرورت ہے اس سے وہ اچھی طرح پوری ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ مسلمانوں کی دین اسلام کی جانب سے غفلت اور بے توجہی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر خود ان کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو، یہ کتاب بے حد مفید اور موثر ہے ہر مسلمان کو اسے کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توحید و رسالت کی حقیقت کو سمجھنے اور شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین،

نام کتاب: ہندوستان اسلام کے سایہ میں مصنف: قاضی سید عابد علی وجدی حسینی مرحوم قاضی شہر بھوپال۔

صفحات: ۳۲۴ سائز: ۱۰x۱۲ قیمت: ۱۰/- روپے

ناشر: بھوپال کب باؤس، بدھوارہ بھوپال (ا۔ پی۔ اسلام ایک عالمگیر اور ہمگیر مذہب ہے، اس کا پیغام اور دعوت کسی زمانہ اور کسی ملک کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی اور دارین کی فلاح و کھلیابی

مضر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے اندر زمانہ حال میں اسلام خوب پھیلنا زمانہ حال میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور مستقبل میں پھیلتا رہے گا اور اپنی نورانی شعاعوں اور پاکیزہ تعلیمات کے ذریعہ تاریکی اور کفر و ضلالت میں گھسے ہوئے انسانوں کو روشنی بخشتا رہے گا۔ اسلام کی یہ تانناک کرن جب سرزمین ہند پر پڑی تو عوام تو عوام بڑے بڑے راجا اور ہمارا جہ تک بے قابو ہو گئے۔ اور اسلام کے سایہ رحمت میں آ گئے۔

زیر نظر کتاب "ہندوستان اسلام کے سائے میں" یعنی ہندوستان میں اسلام کی پھیلا کے موضوع پر ایک موثر معلوماتی اور تاریخی تصنیف ہے۔

ظلمت شب کا بھیانک منظر، دین کا فقط آغاز، ہندوستان جنت نشانی، طلبیہ اسلام، توحید ربانی کی دعوت، شوق القہر کا معجزہ، عرب ہند کاوت میں متعلق، ہندوستان میں اسلام کا داخلہ، ساری کا قبول اسلام، صحابہ کا ہند میں ورود و مسعود، عہد خلافت کے اندر اسلام ہند میں، جاہلوں اور سندیوں کا قبول اسلام، مالوہ میں اسلام کی آمد، معجزہ شوق القہر اور راجہ بیجو ج کا قبول اسلام، ہمارا بیوٹی سنگھ کا قبول اسلام، معجزہ شوق القہر قرآن، حدیث ہاتھ، سائنس اور اہل مذاہب کی نظر میں، کتاب کے اجمالی عنوانات ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب کتنی اہم ہے، مذکورہ عنوانات پڑھنے کے ساتھ تاریخی حقائق کی روشنی میں صاحب کتاب نے کتنے ہی کوشش کی ہے،

مختصر یہ کہ ہندوستان جنت نشان ہر اسلام کی شہا میں کس حدی میں ہیں اور اسلام کا مساکہ قدم اس سرزمین پر کس طرح لگا ہوا ہے اس میں اور تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء



وہ مزید فرماتے ہیں کہ بلا وجہ کی باتوں میں بحث کرنا، غنا غیب کے بارے میں جس پرہیز ایران لانے کا حکم ہے اور اس کی کیفیت نہیں بیان کی گئی ہے، بحث کرنا خشک و مشرب میں ڈالنے والی چیز ہے آخر سوچتے سوچتے آدمی شیطان کے دھوکے میں آکر آدمی غیب کو غلط کہنے اور انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ابن اسحاق نے فرمایا غنا یا مخلوق کے بارے میں جو بات شریعت سے نہیں معلوم ہوئی ہے نہ سوچنا چاہئے نہ لانا اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ذکر ان میں شیئی الا یسیح بہم"۔

اب اس پر غور کرنا کہ جمادات، انٹیلجنٹ پتھر ایسی چیزیں ہیں جو ہم بے جان سمجھتے ہیں وہ کیسے سچ بیان کرتی ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تو سچ ہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اگرچہ علماء اس کو سمجھنے کے مختلف طریقے اختیار فرماتے ہیں جو کچھ میں بھی آتا ہے لیکن اس بحث میں زیادہ نہ بڑھنا چاہئے۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ آپس میں برابر ایک دوسرے سے سوال کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ یہ بات شروع ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، تو اللہ کو گننے پیدا کیا؟ تو جس کے دل میں اس کا ذرا بھی خیال آئے فوراً کہے، میں اللہ پر ایمان لایا اور ایک دوسری روایت میں ہے جب وہ لوگ بات کرنے ہوئے یہ نہیں۔ اس دوسرے کے آتے ہی کہو اللہ کیلئے ہے یا نہ ہے اس کے ذات و صفات میں اس کا کوئی ثانی نہیں، اس نے کسی کو جانا کسی سے جانا گیا، اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی پیر کہہ کر اپنے

علم و دینہ اسلامی یعنی قرآن مجید حفظ و ناظرہ، تجوید و تفسیر، حدیث و فقہ کی تعلیم جو عقائد المسند و الجماعت کے مسلک کے مطابق ہو۔ اور ایسے علوم و فنون کی تعلیم جو مذہبی اعراض کی تکمیل یا عربی زبان کی تحصیل میں ضروری معاون ہوں۔ اور فارسی اردو اور دیگر زبانوں اور عصری علوم کی بقدر ضرورت تعلیم اور دینی تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ اسلامی اخلاق و اعمال کی تربیت اور دینی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح بذریعہ تقریر و تحریر اور مسلم عوام کی ہمسازگی دور کرنے کے لئے صنعتی شعبہ جات کے قیام اسلامی علوم و افکار سے روشناس کرانے کے لئے نیز علوم و دینی اور علوم عصریہ کے طلبہ کے درمیان رابطہ پیدا کرنے اور مجلس مذاکرہ و سیمینار کے انعقاد اور نئی نسل کو مغربیت کے سیلاب مادیت اور لادینییت سے بچانے کے ساتھ ساتھ ان میں ملک اور قوم کی بہتر خدمات انجام دینے کی غرض سے قائم کئے جانے والے عظیم دینی اداروں میں جامعہ شریعہ اسلامیہ لائبریریہم پبلیشنگ اور اعظم گڑھ بھی ہے اس ادارہ میں گذشتہ دنوں ہندوستان کی عظیم درس گاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نائب ناظم مولانا سعید رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی نمائندگی کرتے ہوئے شعبہ عربی کے صدر اور عربی مجلہ "البعث الاسلامی" کے مدیر مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی تشریف آوری جامعہ کے ناظم مولانا ابوسفیان کی خصوصی دعوت پر ہوئی۔ مولانا نے جامعہ کی اراضی و عمارت، کتب خانہ و دفتر دارالافتاء و درس گاہوں کا معائنہ فرمایا اور چند بچوں سے قرآن پاک ترتیل و حدیث سماع فرمایا۔ اور جامعہ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں خصوصاً قرآن کریم کے ساتھ خصوصی توجہ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور جامعہ کے درجات ثانویہ کی تعلیم اور اس کے اعراض و مقاصد معلوم کر کے اطمینان و مسرت ظاہر کیا۔ اور تعلیمی و تربیتی میدان میں ترقی کے لئے نیک مشوروں سے نوازا، الحمد للہ جامعہ کے اعراض و مقاصد کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے جان و مال کی قربانی دینے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بانی جامعہ حضرت مولانا ضمیر احمد صاحب قاسمی نور اللہ مرقہ کے خلوص کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ جامعہ کے نظما و کارکنان کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور تعلیمی و تعمیری خدمت کے لئے غیب سے وسائل فراہم فرمائے۔

عالمی خبریں

بائیں طرف میں مرتبہ تصویر کرے (یعنی اس انداز سے تصویر) اور شیطان کے دھوکے سے بچا مانگے۔  
لے مصنف کتاب نے اس عام فہم شرح کے بعد پھر کلامی انداز کی شرح شروع کر دی جو عوام کے فہم سے بالاتر ہے لہذا اس کو چھوڑ دیا گیا۔



اصلاح و تربیت کے میدان میں عشق و محبت کا کردار

مخبر: مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ  
ترجمہ: محمد شہب ندوی برتاپ گدھی  
اخلاف رنگ و نسل، زبان و وطن کے باوجود تمام مسلمانوں کا عقلی و روحانی نقطہ اتحاد صرف ایک ہے، آج مسلمانوں کا اصل مرض مضبوط و مثبت ایمان کی کمی، بیداری قلب و ضمیر کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے غیث و طیب کا امتیاز، خیر و شر کا فرق، دوست و دشمن کی تمیز مفقود ہو چکی ہے۔ نیرمادی حملوں کے مقابلہ کی طاقت سے بھی وہ بیکسر محروم ہو چکے ہیں اور ان کے تعلیمی و سیاسی حملوں کے مقابلہ کے لئے ان میں نکاتی پروگراموں کی ضرورت ہے۔  
۱۔ نئی نسل کے دل و دماغ میں ایمان و یقین کی روح، عشق و محبت کا شعلہ اس طرح بھڑکا دیا جائے اور اس کے قلب کو نور بصیرت سے اس قدر نور اور خود اس کو تعلیم و تربیت سے اس طرح آراستہ کر دیا جائے کہ مغرب کی فریب کار تہذیب اور مغرب زدہ لوگوں کا خطرناک انجام اس کی نگاہوں میں گردش کرنے لگے اور یہ حقیقت راسخ ہو جائے کہ دعوت الی اللہ سب سے مقدس عمل ہے جس میں ہمیں اپنی جان و مال، دولت و ثروت ہر چیز ٹاڈینی چاہئے۔  
۲۔ لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس بارگاہ کا تحمل اور اس اہم کردار کی ادائیگی حیرت انگیز فتوحات و انقلابات کا ظہور و بروز طاقتور جذبہ دروں اور بلا عشق و سرمستی، صرف دعوت و تبلیغ یا تعلیم سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ عشق و محبت دل کا وہ طاقت ہے جو ہر وقت اسے مادی حملوں اور تخریبی طاقتوں کے خلاف مسلح رکھتی ہے، اور جس انسان کا

دل عشق الہی سے لبریز رہتا ہے وہ ہمیشہ فعال و متحرک بلند نظر و عالی ہمت نظر آتا ہے جو دولت ایمان و عرفان سے سرشار ہو کر اپنے مالک کے شوقی لقا میں ہر دم تڑپتا رہتا ہے اور اگر دعوت و تبلیغ ان عظیم خصائص سے غالی ہو جائے تو وہ بے کیف و بے جان بن کر رہ جاتی ہے۔  
نفس میں سب اہتمام خون جگر کے بغیر نغمہ ہے سودا لے خام خون جگر کے بغیر  
۳۔ ان بلند مقام کی تکمیل کی خاطر ہر جگہ...  
ایسی ایمانی جماعت کی ضرورت ہے جو لوگوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے ایسے باصلاح مردان کار کا انتخاب کر کے ان کو میدان عمل میں لائے جو جذبات و خیالات اور احساسات کی رعایت کے ساتھ لوگوں کی ایمانی و روحانی بیاس بچھانے کا فریضہ انجام دے سکیں، بقدر و اصول، عقل و قلباً شعور و وجدان میں اتحاد ہی نئی نسل کی سب سے اہم ضرورت اور ایک عادلانہ معاشرہ کی ترقی کے لئے سب سے کارگر ٹھہرا ہے۔  
جس طرح صرف اصول و مبادی، افکار و نظریات ایک لمحہ کے لئے مغربی تہذیب کی لطیفانی اور بوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی طرح عشق و محبت بزرگوار شعور و قانون و حریت کی رعایت کے صرف ایک ہونا ہے۔ آج جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی افکار و نظریات اپنی قدات و پہنکی کی بدولت ادبیت کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ یہ محض ان کی خام خیالی اور حقیقت سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

جہاں مغرب کی فتح ہوئی وہاں عشق و محبت کے ساتھ ایمان و یقین کا فقدان تھا۔ دنیا و آخرت میں انسانوں کی کامیابی کا اصل معیار صرف اور صرف تعلق مع اللہ ہے جو ایک طرف عشق و محبت سے محو اور صبر و شکر کے جذبے سے محو طاقت و انقیاد و توجہ و امانت کا مظہر ہو تو دوسری طرف ذکر و تلاوت و دعا و انابت ایثار و ہمدردی کا جسم نونہ۔ اور اس تعلق کو کھینچنا یہ ہے کہ اگر عشق و کفر کا تھمنا لہرا با ہو، کامیابی و کامرانی کے شاد بانیے نہج رہے ہوں تو خشوع و خضوع اور دعا و انقیاد کی کیفیت ظاہری ہو، اگر ہر طرف سے سارے سہارے ٹوٹ چکے ہوں تو توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور انسانیت پر غلظ و ستم کے پہاڑ ٹوڑے جا رہے ہوں تو ان کے ساتھ شفقت کے پرتاؤ کے ساتھ دشمنان انسانیت پر غیظ و غضب سے اس کا وجود لرز رہا ہے۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے مصحفیں کج، دلا پریشاں، بچھوئے ذوق کہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے

صحبت صالحین سے نیازی اثرات  
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کا مکتوب  
مولانا عبدالماجد دریاوی کے نام،  
زمانہ کے شدید فتنوں میں سے ایک فتنہ صحابہ علیہم السلام سے نیازی کا ہے کہ انوں سے کہیں بشر نہیں کہ معلومات پرستی حاصل ہو جاتی ہیں۔ لیکن زندہ شخصیت کا تاثری جذبہ ہے، پیر و سخا کی منزل سے یقیناً بچنا چاہیے۔ لیکن زندگی کی صحبت سے نیازی بھی کچھ کم ہلک نہیں اور جگہ گوت، خود راہی و خود پسندی کا بت تو بغیر اس کے تو مشاہیر نہیں (مصدق سے ۱۴ جون ۲۰۰۲ء)

Regd No. LW/NP56  
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336  
Guest House : 323864

# TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6/-

سر زمین راجستھان سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے  
دو عظیم الشان ماہنامے  
**جامعۃ الہدایہ** ہے پورے تریماں  
دعوت و اصلاح کے علمبردار، تعلیم و تربیت کے نقیب اور ارشاد و تزکیہ نفس کے داعی

**AL-HIDAYAH** Monthly اور **حدایت**

جن کا نصب العین ہے: ○ شاندار ماضی سے واقفیت  
○ حال سے آگہی و ملت کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی  
○ روشن مستقبل کے تعمیر کی فکر

آئیے اس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا گرانقدر تعاون دیجیے

شرح خریداری

ماہنامہ **حدایت** Monthly **AL-HIDAYAH**  
اندرون ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے  
اندرون ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے  
نی شمارہ: ۱۰ روپے  
نی شمارہ: ۱۰ روپے  
لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے  
لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے

چیک بڈرافٹ پر صرف MOVEMENT COMMUNICATIONS PVT. LTD. لکھیں  
1617, Khejre ka Rasta, Near Indira Bazar, Opp. Hidayat Masjid, Post  
Box - 35, Jaipur-302001 Phone No. (Office) 312386, 319935,  
Fax: 0091-141-311247, E-mail: Jamea@datainfosys.net

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش  
سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

## گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد نعیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اجری گیٹ چوک بھمنڈ

فون نمبر ۲۴۲۹۲۶-۲۶۰۴۳۳

## بطیبا

قبض اور گھٹن کی کامیاب دوا

• قبض، گھٹن، بھوک و نکل  
• نین، گرائی اور چھڑائیوں کیلئے  
• راحت و تسکین بخورن۔  
• استعمال کریں، آگے ہم ہائیں۔



HASANI PHARMACY  
The Gateway Road, Lucknow - 226018 Ph. 262677

کیپٹ کے اوپر AFZALS اور  
MAU CITY دیکھ کر خریدیے



نورانی تیل  
اردو، پنجابی،  
ہندی، گجراتی،  
مراٹھی، اور  
میشوروی

## چشمہ ساگر

جاپانی ٹیلیوٹر کے ذریعہ سکھوں کی جانچ ہوئی ہے  
AUTO REFRACTO METER AR.B 60  
نور کی ایک، کو میڈیٹیشن، ہائی انڈیکس ریزی بیس، آؤسی  
یاور ڈھوپ کے پیشوں کا خاص مقام۔  
ایک بار خدمت کا موقع دیں  
آپ کے چشمے سے آگے۔ رحمتوں و نیکیوں  
مشکر جلی مورن کے نزدیک، جسر کج۔ اعظم گڑھ

